الا اِنَّ اولیاءَ اللّٰہِ لاخوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون ۝

خواجگانِ چشت

موسوم بہ

رشکِ ہشت بہشت

مؤلفہ

مولوی محمد منیر صاحب منیرؔ لکھنوی

ناشر

سعید ایچ۔ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

جمادی الاول سنہ ۱۳۹۱ھ (مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی)

قیمت: پانچ روپے

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر کتاب سوانح عمری خواجگان چشت موسوم بہ "رشک ہشت بہشت" تالیف لطیف مولوی محمد منیر صاحب منیر لکھنوی مرحوم، تقریباً ۸۰ سال قبل محترم حاجی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی نے مطبع مجیدی کانپور سے شائع فرمائی تھی۔ عرصہ دراز سے یہ کتاب کمیاب تھی۔ شائقین کرام کے استفادہ کے لئے بعد نظر ثانی شائع کی جا رہی ہے۔

کتاب کے موضوع اور نفس مضمون کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں جو مساعی جمیلہ خواجگان چشت نے فرمائی ہیں اُس سے سب واقف ہیں۔ الحاد و دہریت کے اس نازک دور میں ضرورت تھی کہ ان حضرات کرام کے ذکر سے ایمان کو تقویت و پختگی دی جائے اور ان کے ذکر و طریقے خاص و عام میں جاری و ساری ہوں۔

اللہ پاک مولف و ناشرین کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو عمل صالح کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ترتیب

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ذکر خانوادۂ چشت

اہلِ بہشت

حضرات اہلِ چشت کا سلسلہ حضرت خواجہ کریم الدین ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۂ بصری رحمۃ اللہ کے تھے، وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے جو کہ اولاد حضرت امیرالمومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے وہ خلیفہ اور مرید حضرت خواجہ ابو علی فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابی الفضل عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ خلیفہ و مرید حضرت ابو محمد خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مرید و خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وہ خلیفہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور جو کچھ بھی نعمتیں امانتیں کہ خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ نے حضرت خضر علیہ السّلام کی خدمت سے نیز حضرت امام محمد باقر بن حضرت زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت سے اور حضرت خواجہ فضیل بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے حاصل کی تھیں وہ سب اپنے آخر وقت میں حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض فرمادیں اور اس وقت سے اس وقت تک وہ

امانتیں سلسلہ وار اس فرقے میں چلی آتی ہیں۔ حضرت خواجہ علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کو چشت کے لقب سے ملقب فرمایا اور انھیں کے سلسلۂ خانوادہ چشتیان نے نشو و نما پایا حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ جب شام کے ملک سے بہ نیت ارادت و بعیت بغداد میں حضرت خواجہ علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا تمہارا کیا نام ہے انھوں نے کہا ابو اسحاق شامی خواجہ نے فرمایا کہ آج سے تم کو لوگ چشتی کہیں گے، تم خواجۂ چشت ہو، چشت کا اسلام تم سے پھیلے گا اور رونق پائے گا اور جو کوئی تم سے بعیت کرے گا یا تمہارے مرید و خلیفہ سے علی التسلسل وہ قیامت تک چشتی کہلائے گا اور اللہ تعالےٰ اُس فرقے کو برکت بے غایت عنایت فرمائے گا، پھر خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو مرید کرکے تربیت فرمائی اُس کے بعد خرقۂ خلافت عطا فرما کر انھیں چشت روانہ فرمایا خواجہ ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کہ رئیس و شرفا چشت سے تھے خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمہ اللہ کے مرید ہوئے پھر تو تمام اُس دربار کے لوگوں میں خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ ہو گیا اور خلق اللہ جوق درجوق آستانۂ عالی پر حاضر ہو کر مستفیض ہونے لگی حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کی تربیت میں مشغول ہوئے آپ بہت بڑی شان اور نفس قوی رکھتے تھے ابدالوں کی طرح اپنی گزران کرتے تھے جب آپ کا وقت آخر ہوا تو آپ نے خرقۂ خلافت حضرت ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرما کر ابدال کا خطاب دیا اور اپنا جانشین کیا، پھر اُن سے خرقۂ خلافت حضرت خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ملا۔ اور اُن سے حضرت خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو اور اُن سے حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ کو یہ پانچ حضرات یعنی حضرت خواجہ ابو اسحاق علیہ الرحمۃ [1] حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی علیہ الرحمۃ [2] حضرت خواجہ محمد چشتی علیہ الرحمۃ [3] و حضرت خواجہ یوسف چشتی علیہ الرحمۃ [4] و حضرت خواجہ مودود چشتی [5]

علیہ الرحمۃ چشت میں گزرے ہیں جیسے کہ پانچ شخص ان پانچوں کے ہندوستان میں خلیفہ گزرے ہیں ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ دوسرے حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ تیسرے حضرت خواجہ فرید الدین چشتی علیہ الرحمۃ چوتھے حضرت خواجہ نظام الدین چشتی علیہ الرحمۃ پانچویں خواجہ نصیر الدین چشتی علیہ الرحمۃ، ان پانچوں کا شجرہ اُن پانچوں تک پہونچتا ہے اور ان پانچوں کے مرید و متبعین اُن حضرات کے متبعین سمجھے جاتے ہیں اور چشتی کہلاتے ہیں انھیں پانچوں سے یہ خانوادہ چلا ہے یہ سب حضرات صاحب ریاضت و مجاہدہ و صاحبِ سماع و ذوق گزرے ہیں، اہل سماع کو دوست رکھتے تھے اور اپنے پیروں کا عرس کرتے تھے۔ فقر کو غنا پر ترجیح دیتے تھے شہر اور قریہ میں رہتے تھے، ہر ایک فرقے سے تواضع سے پیش آتے تھے اور مریدوں کی تربیت میں قوت قوی اور بہت بڑا نشان رکھتے تھے چنانچہ انیس الارواح میں حضرت خواجہ معین الدین ولی الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خانوادہ میں صرف ایک رات دن کا مجاہدہ ہے۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ چشت دو ہیں ایک تو شہر ہے ملک خراسان میں جو ہرات کے نواحی میں واقع ہے۔ دوسرا چشت ایک قریہ ہے پاکستان میں، درمیان ملتان کے اور خواجگان چشت اہلِ بہشت چشتِ خراسان سے ہیں نہ کہ پاکستان سے چنانچہ میر سیّد علاء الدین چشتی علیہ الرحمۃ نے اس کی بابتہ فرمایا ہے کہ ؎

گرز ہندوستاں شدیم چہ باک
سبزۂ گلشنِ خراسانیم

اور لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ جو شخص اس گروہ کی ہواداری اور دوست داری یا مریدی کا دم بھرے اور اپنے آپ کو خاندان قدیم و دودمان کریم چشت سے گنے اُس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہئیں۔ ایک ترک و ایثار، دوسرے عشق و انکسار اور جس میں یہ دو صفتیں نہیں ہیں جان لو کہ اس کو کچھ بھی حظ مذہب

چشتیان اور کچھ بھی حصہ مشرب بہشتیان سے نہ ملا۔ اور چونکہ اس خانوادہ کا سلسلہ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال علیہ الرحمۃ سے چلا ہے جو کہ سرحلقہ پیران چشت ہیں اس لئے اس میں اکثر حضرات ابدال گزرے ہیں اور اُن سے کرامات وخوارق عادات بکثرت ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ایک سلسلۂ چشتیہ قلندریہ بھی انہیں حضرات سے نکلا ہے جس میں کثرت سے مرید و خلیفہ گزرے ہیں جو اپنے آپ کو منسوب بہ مشرب قلندریہ کہتے ہیں ان حضرات کا پایہ بہت اعلیٰ ہے چنانچہ محمد قلندر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ما ز دریا ہم ز ما ست
ایں سخن داند کسے کو آشناست

حضرت شیخ شمس الدین تبریزی علیہ الرحمۃ و مولانا روم علیہ الرحمۃ اور اُن کے اصحاب نیز دوسرے حضرات اہل اللہ مثل حضرت شیخ فخر الدین عراقی و حضرت خواجہ اسحاق مغربی و حضرت خواجہ حافظ شیرازی علی ہذا القیاس بہت سے شاہ باز اسی سلسلہ میں قلندر مشرب گزرے ہیں اور ابدال اکثر یہی مشرب رکھتے ہیں۔ جو ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی درستی میں لگے رہتے ہیں نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک جماعت نے امامت کے لئے عرض کیا شیخ صدر الدین قونوی بھی اُس جماعت میں تھے مولانا نے فرمایا کہ ہم مردم ابدال سے ہیں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور ہر کسی کے یہاں کھاتے ہیں امامت کے اہلِ تصوف و تمکین لائق ہیں نہ کہ ہم قلندر مشرب اور اشارہ قاضی شیخ صدر الدین علیہ الرحمۃ کی جانب فرمایا اور اُن کو امام بنایا اخبار الاخیار میں ہے کہ ہندوستان میں مشرب قلندریہ حضرت شاہ خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ سے شائع ہوا ہے وہ سلطان شمس الدین کے زمانے میں قلندری لباس میں قطب الارشاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بمقام دہلی حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ کے ہاتھ پر توبہ کرنی چاہی حضرت خواجہ نے

بعد تربیت خرقۂ خلافت اُن کو عطا فرمایا اور اُسی قلندری لباس میں اُن کو رخصت کیا، تغیّر لباس کا حکم نہ دیا، شاہ خضر علیہ الرحمۃ ایک مستغنی و عظیم الشان شخص تھے پس خوارق عادات و کرامات اُن کے بکثرت ظہور میں آئیں اور بہت لوگ اُن سے مستفیض ہوئے چنانچہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ سے روحانی فیض پائے ہوئے تھے یہی مشرب رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کا شعر ہے ؂

گر بوعلی نوائے قلندر نواختی
صوفی بدی ہر آنکہ دو عالم قلندر است

اور حضرت شیخ فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے شیخ علی احمد صابر علیہ الرحمۃ اور شیخ شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ بھی قلندر روش گزرے ہیں اور میر سیّد گیسو دراز بھی اسی مشرب کے تھے یہ ابیات انھیں کے ہیں۔ ابیات۔

زمین و آسماں ہر دو شریف اند
قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست
نظر در دیدۂ ناقص فتادہ
وگرنہ یار من از کس نہاں نیست

اور میر سیّد محمد مکّی علیہ الرحمۃ کہ خلفاء حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے تھے یہی مشرب رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ رباعی

اندر رہ عشق سرسری نتواں رفت
بے دیدہ رہ قلندری نتواں رفت
خواہی کہ پس از جہاں بیابی ایمان
تاجان ندہی بکافری نتواں رفت

اور حضرت خواجہ مسعود علیہ الرحمۃ کہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام سلطان المشائخ سے ہیں اس مشرب میں بہت بیباک

گزرے ہیں کہ خانوادۂ چشت میں اُن کا سا دوسرا قلندر مشرب نہیں گزرا، نہ ایسا کلام مستانہ وحقایق نما کسی سے سُنا گیا۔ یہ بیت اُن کے قصیدہ کا ہے، بیت۔

مجرد شواز دین و دُنیا قلندر
کہ راہِ حقیقت ازیں ہر دو بر تر

شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ قلندریہ میں فرمایا ہے کہ صوفی منتہی جب اپنے مقصد کو پہونچ جاتا ہے قلندر ہو جاتا ہے۔ اور ذکر قلندر کا حق ہے کہ تمام عالم اُس کا مستحق ہے اور قلندر کا دین دانا ہے کہ وہ تمام سے توانا ہے۔ دنیائے قلندر تفرید ہے کہ بشارت اس کی توحید ہے۔ علم قلندر سہو و عمل قلندر محو۔ راہ قلندر عشق ہے وَالْعِشْقُ ھُوَاللہ۔ شاہ حسین بلخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

قلندر کے بیاید در عبادت
قلندر کے بگنجد در اشارت

چونکہ ہندوستان میں سر حلقۂ خاندان چشت حضرت خواجہ معین الدین سنجری علیہ الرحمۃ ہیں اور آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں لہٰذا ہم کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کے ذکر سے شروع کرنا لازم ہوا۔

ذکر شیخ المشائخ مقتداءِ اہلِ عرفان

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

آپ موضع ہارون کے جو مضافات نیشاپور سے ہے رہنے والے اور خلیفہ و مرید حضرت خواجہ مخدوم نیر الدین حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو کہ خلیفہ و مرید حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی علیہ الرحمۃ کے تھے' ابوالنور آپ کی کنیت ہے علوم شریعت و حقیقت دونوں میں آپ امام العصر و عدیم المثال مقتدائے اوتاد و اشراف و اقطاب گزرے ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۵۲۷ھ بقول بعض یا ۵۳۰ھ میں ہوئی اور پانچویں یا چھٹی شوال المکرم ۶۱۷ھ یا ۶۳۰ھ کو مکہ معظمہ میں واصل الی الحق ہوئے' بعض مؤرخین کے قول سے آپ کی عمر شریف ستاسی ۸۷ سال اور بعض کے قول سے چورانوے ۹۴ یا اکیانوے ۹۱ سال کی ہوئی۔ آپ نے ستر ۷۰ برس اپنی عمر کے ریاضت ہی میں گزارے سن نمو سے آخر وقت تک کبھی آب و طعام سے سیر نہ ہوئے اور ہمیشہ شب بیدار رہے۔ آپ مجیب الدعوات تھے' کوئی دعا آپ کی بارگاہ رب العزت سے رد نہ ہوئی' کلام مجید آپ کو ایسا حفظ تھا کہ ہر روز ایک ختم فرمایا کرتے تھے' اور سماع سے آپ کو بہت ذوق و شوق تھا' آپ حقیقت نما و حقیقت کوش تھے۔

نقل ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت حاجی شریف زندانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو مرید و خلیفہ کرتے وقت کلاہ چہار ترکی آپ کے سر پر رکھ کر فرمایا کہ اے عثمان اس چار ترکی ٹوپی سے چار ترک مراد ہیں۔ اوّل ۱ :- ترک دنیا، دوم ۲ :-

ترک عقبیٰ۔ یعنے ان دونوں سے گزر کر صرف ذات حق کے سوا کچھ مقصود نہ رکھنا' تیسرے ترک خورد خواب مگر بقدر ضرورت و سد رمق۔ چوتھے ترک خواہش نفس' کہ فقیری میں سب سے بڑی چیز یہی ہے یعنے اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرنا اور اُس کو اپنا محکوم بنانا پس چار ترکی ٹوپی پہننے والے کو یہ چار ترک ضروری ہیں۔

آپ اس درجہ اہل تصرف تھے کہ سیاحت کے زمانہ میں آپ کا گزر ایک دن آتش پرستوں کے مسکن پر ہوا آپ نے آگ روشن دیکھ کر اُسی جگہ قیام کیا' اور اپنے خادم فخر الدین کو حکم دیا کہ تھوڑی آگ ان لوگوں سے لے آؤ اور کھانا پکاؤ۔ وہ جب آتش پرستوں سے آگ مانگنے گئے تو انھوں نے آگ دینے سے انکار کیا کہ آگ تو ہم سب کی معبود ہے وہ تمہیں کیونکر دیں جو اپنے سر گناہ لیں۔ خادم نے لوٹ کر آپ سے ساری کیفیت عرض کی' آپ جذبے میں آکر خود تشریف لے گئے اور آتش پرستوں سے یوں فرمانے لگے کہ آگ تو ایک مخلوق ہے جو کسی طرح قابل پرستش نہیں' معبود تو خدائے عز وعلا ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے پس اسی کے آگے سر کو جھکاؤ۔ تاکہ آتشِ دوزخ سے بچ جاؤ۔ وہ بولے پہلے تم اس آگ میں گر کر اپنا صحیح و سالم رہنا ہم کو دکھاؤ' پھر دوزخ کی آگ سے بچنا بھی ہم کو جتاؤ۔ اُس وقت ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ اور آتش پرستی سے تائب ہو جائیں گے' آپ نے یہ بات سن کر وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل ادا کر کے فوراً اُن آتش پرستوں میں سے ایک کے بچّے کو گود میں لے کر جستی سے آگ میں کود پڑے' وہ اپنے بچّے کے لئے بہت ڈرے اور غل و شور کرنے لگے لیکن آپ نہایت اطمینان سے دو گھنٹے اس آگ میں رہے اُس نے مطلق اثر نہ کیا' کچھ بھی ضرر نہ کیا آخر آپ کے ساتھ وہ بچّہ بھی ہنسی خوشی آگ سے باہر نکلا' آتش پرستوں نے جب یہ دیکھا تو صدق دل سے اُسی وقت سب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر صاحب ایمان اور مریدوں میں داخل ہوئے آپ نے سردار گروہ کا نام عبد اللہ اور اس بچّہ کا نام ابراہیم رکھا' اور اُس کو مدارج عالیہ پر پہونچایا۔

نقل ہے کہ بادشاہ وقت چونکہ سماع کے خلاف تھا لہٰذا اُس نے حکم دیا کہ جو کوئی قوال حضرت خواجہ کی محفل میں گائے گا وہ قتل کیا جائے گا آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ سماع تو ہم لوگوں کی غذا ہے قوت روحی ہے جس کو ہمارے پیروں نے سنا ہے ہمیں اس سے کون روک سکتا ہے۔ آخر بادشاہ نے مجلس مباحثہ قرار دیکر علماء شہر کو مدعو کیا اور ان کو بھی بلایا۔ حضرت خواجہ جب مجلس میں تشریف لائے۔ تو علماء نے چاہا کہ سماع کے متعلق آپ سے کچھ گفتگو کریں، مطلق یارائے گفتگو نہ پایا سب علم اُن کے سینے سے محو ہو گیا، ایک حرف تک بھی نہ یاد آیا بادشاہ نے ہرچند تحریک گفتگو کی لیکن ان سب کو ایسی چُپ لگی کہ زبان بھی نہ ہلا سکے، آخر کار شرما کے آپ کے قدموں پر گر پڑے اور بولے کہ آپ کریم ابن کریم ہیں للہ ہماری خطا معاف کیجئے اور ہماری ساری عمر کا اندوختہ جو آپ نے سلب کر لیا ہے واپس دیجئے۔ آپ نے مسکرا کر سب کا قصور معاف کیا۔ سب کو اپنا بھولا ہوا علم یاد آ گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ بھی آپ کا معتقد ہوا اور کبھی سماع کے متعلق کچھ نہ کہا۔ علمائے حاضرین آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور علوم باطنی سے سرفراز ہو کر بڑے درجے پر پہونچے۔

حضرت خواجہ ولی الہند معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کے ساتھ ایک دریا کے کنارے پہونچا وہاں پار جانے کے لئے کوئی کشتی وغیرہ موجود نہ تھی، مجھے تردد ہوا آپ نے فرمایا کہ معین الدین آنکھیں بند کر لو، اور خدا کی قدرت دیکھو، میں حکم بجا لایا بعد ایک لحظہ کے فرمایا کہ آنکھیں کھولدو میں نے جو آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو مع حضرت خواجہ کے دریا کے اُس پار پایا مجھکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ میں اُس پار سے اِس پار کیونکر آیا۔ حضرت ولی الہند سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص اپنے گمشدہ لڑکے کی بابت آپ سے دریافت کرنے حاضر ہوا کہ یا حضرت وہ کہاں ہے، آپ نے تھوڑے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ جا وہ تیرے گھر میں موجود ہے جب وہ لوٹ کر گھر آیا تو اپنے لڑکے

سے پوچھا کہ تم کہاں تھے اور کیوں کر آئے، اُس نے بیان کیا کہ مجھے ایک جزیرہ میں دیوؤں نے قید کر رکھا تھا، یکایک مجھے حضرت کی صورت نظر آئی اور آپ نے مجھے قید سے رہائی دلائی پھر فرمایا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ کر آنکھیں بند کر لے میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک لمحہ بعد جب میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو گھر میں پایا۔ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ وہاں سے یہاں کیوں کر آیا۔

نقل ہے ایک روز آدھی رات گئے ایک مقام پر ستّر آدمی جمع تھے درمیان گفتگو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا تذکرہ ہوا اُن میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو اُن کی کرامت کے جب قائل ہوں کہ وہ ہم ستّر آدمیوں کو حسب خواہش کھانا کھِلوائیں یعنے جو کھانا ہم اپنے دل میں سوچیں وہی پائیں، سب نے کہا بس اسی بات پر رہو اور چلو اُن کو آزما لو۔ وہاں سے اٹھ کر وہ سب کے سب خدمت میں حضرت خواجہ رح کی حاضر ہوئے، آپ نے اُن کو دیکھتے ہی فرمایا واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ○ پھر ان سب کو اپنے پاس بٹھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنے دونوں دست مبارک آسمان کی جانب اٹھائے اور خدائے تعالیٰ سے رجوع لائے اُسی وقت ایک خوان کھانے کا جس میں ستّر قسم کے کھانے ہر ایک کی حسب خواہش موجود تھے، غیب سے نمودار ہوا جب اس طرح کرامت کا اظہار ہوا تو ہر ایک اُن میں کا مُرید و فرمانبردار ہوا۔ آپ کا مرتبہ اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کے خلیفہ و مرید حضرت خواجہ غریب نواز ولی الہند معین الدین چشتی سنجری اجمیری سے قطب گزرے ہیں۔ اور علاوہ حضرت خواجہ غریب نواز اور بھی خلفاء آپ کے بڑے بڑے مرتبے کو پہونچے ہیں، آپ کا وصال ۶۱۷ھ کو ہوا قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے۔ قطعہ :-

رفت از دنیا چو در خلد بریں — شیخ عثمان مقتدائے اولیا
سال وصلش قطب وقت آمد عیاں — جلوہ گر شد نیز تاج اولیا

قدس اللہ اسرارہم و نور اللہ مرقدہم

ذکر قطب العارفین سند الموحدین

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

سنجری ولی الھند علیہ الرحمۃ

آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے قدموں کی برکت سے ہندوستان میں دینِ اسلام پھیلا۔ ہندوستان میں آپ امام الطریقت، خواجہ غریب نواز، ولی الھند کے لقب سے ملقب اور عظما، اولیاء و کبراء مشائخ چشت سے ہیں، آپ کی کرامات و خوارق عادات کا احاطہ دشوار ہے ہندوستان میں ہر کہ و مہ پر آپ کا مرتبہ آشکار ہے۔ دوشنبہ کے دن ۵۳۷ھ کو آپ مقام سنجر میں جو کہ بلادِ غور سے ہے عالمِ وجود میں آئے، آپ نسبتاً حسنی الحسینی سیّد ہیں کیونکہ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چودھویں پشت میں ہیں، آپ کے والد ماجد سیّد غیاث الدین علیہ الرحمۃ سنجر کے نہایت بافیض رئیس اعظم تھے جنھوں نے ۵۵۲ھ کو عراق میں وفات پائی۔ مزار اُن کا دروازۂ شام کے قریب مرجع خلائق ہے۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ ۱۵ سال کی تھی۔ اور والدہ ماجدہ آپ کی اصفہان کی رہنے والی تھیں لیکن نشوونما خراسان میں پائی تھی۔ والد ماجد کے انتقال پر بہت دولت آپ کے ہاتھ آئی جس میں ایک ہواچکی اور ایک قطعۂ باغ بھی تھا۔ ایک روز آپ اپنے اسی باغ میں تشریف فرما تھے، درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ اتفاقاً ایک مجذوب ابراہیم قلندر نام کا اُدھر سے گذر ہوا۔ خواجہ نے اُن کو تعظیم کے ساتھ

ہاتھوں ہاتھ لیا، اور ایک درخت کے سایہ میں بٹھا کر عمدہ انگور کا ایک خوشہ پیشکش کیا۔ مجذوب قلندر نے ذرا بھی التفات نہ فرمایا، اور تھوڑی کھلی اپنی بغل سے نکالکر چابی، پھر منہ سے نکالکر اپنے ہاتھ سے خواجہ کے منہ میں دی، خواجہ نے تبرّک سمجھکر وہ کھالی، بس اُس کے حلق سے اُترتے ہی آپ پر ایک حالت طاری دل عشق آلہی سے نہال اور جگر انوار ظاہری و باطنی سے مالامال ہو گیا۔ اُدھر مجذوب صاحب تو اُٹھ کر چل دیئے اِدھر خواجہ کی نظروں سے سب اسبابِ دنیوی گر گئے۔ آخر کار آپ نے باغ مع سب سامان اور پَن چکی کے فروخت کر کے مستحقوں کو تقسیم کر دیا۔ اور دُنیا کو ٹھوکر مار کر طلب خدا میں اُٹھ کھڑے ہوئے، پہلے سمرقند پہونچے وہاں حافظ و عالم علوم ظاہری ہوئے پھر فیوض باطنی کی طلب میں آپ نے عراق کا رُخ کیا اور اپنے آپ کو قصبۂ ہارون میں خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں پہونچادیا جنھوں نے آپ کو شرف بیعت سے مشرّف فرما کر خلعت خلافت عطا فرمایا اور وقت بیعت خواجہ غریب نواز کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر بارگاہ خداوندی میں یوں التجا کی کہ اے باری تعالے درویشی میرے معین الدین صدق و یقین کی قبول فرما کہ میں نے اس کو خلافت و قطبیت دی ہے۔

آپ برسوں[1] خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ کر خدمات شایستہ بجالاتے رہے یہانتک کہ وہ آپ کو ہمراہ لے کر کعبہ شریف کو روانہ ہوئے اور طواف کعبہ کے بعد خواجہ غریب نواز کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ رب تعالیٰ میں یوں عرض رسا

---

[1] چنانچہ اپنے ملفوظات دلیل العارفین میں آپ تحریر فرماتے ہیں "کہ میں نے آٹھ برس اپنے مرشد کی خدمت کرنے میں ایک ساعت بھی اپنے نفس کو آرام نہیں دیا نہ دن کو دن جانا نہ رات کو رات مانا جہاں کہیں حضرت خواجہ سفر کا ارادہ فرماتے اس خادم کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے اور یہ دعا گو اس طرح آپ کے ہمراہ ہوتا کہ بستر خواب اور توشہ راہ حضرت خواجہ کا اپنے سر پر اُٹھائے چلتا الخ ۱۲

ہوئے کہ اے رب العالمین بتصدق سید المرسلین اس درویش کو قبول فرما اور مدارج عالیہ پر پہونچا۔ اُن کی یہ دعا قبول ہوئی غیب سے آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ بعد ادائے ارکان حج خواجہ غریب نواز اپنے مرشد کے ساتھ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے مرشد کے حکم کے بموجب مزار اقدس کے قریب کھڑے ہو کر اس طرح حضور نبوی میں سلام عرض کیا کہ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سیّد المرسلین خاتم النبیین فوراً روضۂ مقدسہ سے آواز جواب سلام اس طرح آئی کہ وعلیکم السّلام یا قطب المشائخ معین الدین۔ رات بھی آپ نے مزار اقدس کے اندر گزاری اور شب کو عالم خواب میں آپ کو بشارت ہوئی کہ اے معین الدین بحکم رب العالمین ہم نے تم کو ہندوستان کی شاہی کا خلعت عطا کیا اور مرتبۂ قطبیت بھی دیا۔ صبح کو اپنے مرشد سے رخصت ہو کر ہندوستان جاؤ اور وہاں دین اسلام پھیلاؤ۔ چنانچہ آپ بحکم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مرشد سے رخصت ہو کر بغداد پہونچے اور وہاں حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم حضرت محمد عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پانچ ماہ رہ کر فیوض نامتناہی سے مستفیض ہوئے۔ جب وہاں سے آپ عازمِ ہندوستان ہوئے تو کرمان و اصفہان و ہمدان و خرقان و سبخار وغیرہ مقاموں پر حضرت خواجہ اوحدالدین کرمانی حضرت خواجہ محمود اصفہانی و حضرت شیخ خواجہ یوسف ہمدانی اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی حبیب رحمانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم سے برکتیں و نعمتیں نیز خرقۂ خلافت حاصل کرتے ہوئے استرآباد تشریف لائے اور کچھ دنوں حضرت شیخ نصیرالدین استرآبادی کی خدمت میں رہے اور اُن سے بہت فیض آپ کو حاصل ہوئے۔ وہاں سے غزنین آئے اور حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ علاوہ ان بزرگان مذکورہ کے صدہا اولیاء اللہ اور مشائخ عالی جاہ سے آپ لاتعد ولاتحصیٰ فیض حاصل کر کے وارد ہندوستان ہوئے۔

نقل ہے کہ جب آپ وارد اصفہان ہو کر حضرت خواجہ محمود اصفہانی سے

ملے تو وہاں حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ کو پایا جو بارادۂ بیعت خواجہ محمود اصفہانی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ مگر حضرت خواجہ غریب نواز کو دیکھتے ہی ایسے گرویدہ ہوئے کہ آپ سے بیعت ہو گئے اور آپ کے ہمراہ ہرات آئے ہرات میں ایک مقام ہے سبزوار حضرت خواجہ غریب نواز نے وہاں ایک باغ میں لب حوض مقام کیا جو ایک حاکم سبزوار محمد یادگار کی ملکیت تھا یہ شخص نہایت ظالم اور شیعی مذہب رکھتا تھا۔ اس کے خادموں نے ہر چند حضرت کو وہاں کے قیام سے روکا مگر آپ نے نہ مانا یہانتک کہ وہ ستمگار اُس باغ پُر بہار میں آن کر فرش قالین پر بیٹھا اور نشۂ دولت میں سرخوش اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اتفاقاً اُس کی نظر خواجہ غریب نواز پر پڑی اور تمام جسم میں تھرتھری شروع ہو گئی۔ فوراً بے ہوش ہو گیا۔ خواجہ غریب نواز نے اُسی حوض سے تھوڑا پانی اپنے ہاتھوں میں لے کر اُس پر چھڑکا جس سے وہ ہوش میں آکر اپنے عقیدے سے پھر گیا۔ اور دست بستہ خدمت خواجہ میں حاضر ہو کر قدموں پر سر رکھکر یوں عرض کرنے لگا کہ یا حضرت یہ عاصی وگنہ گار اب توبہ واستغفار کرتا ہے۔ للہ میرے حال پر رحم فرمائیے۔ اور اپنا خادم بنائیے۔ آپ نے ازراہ کرم اُس کو سلک مریدین میں منسلک فرمایا۔ اور سر پہ ہاتھ پھیر کر اُس کے قلب تاریک کو نورانی بنایا۔ وہ ازراہِ عقیدت تمام اپنا مال ومتاع نذر کے لئے لایا آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ مال تو نے ظلم سے حاصل کیا ہے زبردستی لوگوں سے لیا ہے۔ اُن کو واپس کرتا کہ بروز جزا کوئی تیرا دامنگیر اور تو پابزنجیر نہ ہو۔ خواجہ بزرگوار محمد یادگار نے آپ کے حکم کے موافق ویسا ہی کیا اور جن جن لوگوں کا وہ مال تھا اُن کو واپس دیا اور پھر آپ کے ہمراہ حصار شادمان تک آیا۔ خواجہ غریب نواز نے یہاں پہونچکر دستار خلافت باطنی وظاہری مرحمت فرماکر اُسے حصار شادمان کا گدی نشین کیا اور بڑا مرتبہ دیا۔ پھر وہاں سے آپ بلخ میں حضرت شیخ احمد حضرویہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر قیام پذیر ہوئے بلخ میں ایک حکیم حاذق عالم وفاضل ماہر فن حکیم مولانا

ضیاء الدین نام پابند شریعت تھے جو علم و فن میں تو بہت قابل تھے لیکن فقراء کے قائل نہ تھے درویشوں پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے وہ بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے ہاتھوں کلنگ کے کباب کھا کر راہ راست پر آ گئے۔ اور حضرت کے مرید و معتقد ہو کر فن حکمت کی کتابیں دریا میں ڈبو کر فقیر ہو گئے۔ اسی طرح حضرت خواجہ لوگوں کو مستفیض فرماتے ہوئے رونق افزائے دار الخیر اجمیر ہوئے۔ بعض کتب معتبر میں آپ کی تشریف آوری دار الخیر اجمیر میں عاشورہ کے دن ۵۶۱ھ میں لکھی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان میں تمام طرف اُن ہندوؤں کا دَور دَورہ تھا جو مسلمانوں کے نام سے چڑتے تھے اور بہت بڑا تعصّب رکھتے تھے۔ لیکن آپ دہلی کے قیام میں بھی بے دھڑک اور بے خوف و خطر مع اپنے مریدوں کے پنج وقتہ اذان کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے کفّار پر آپ کا ایسا رعب چھایا کہ کوئی کچھ زبان پر نہ لایا ایک کافر ناہنجار آپ کے درپے قتل ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو کر خفیہ چھری بغل میں لیکر بُرے ارادے سے آیا، آپ نے اُس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تو جس کام کے لئے یہاں آیا ہے اور چُھری بغل میں داب کر لایا ہے وہ کام کیوں نہیں کرتا ہے کس سے ڈرتا ہے وہ مارے ڈر کے کانپنے لگا اور حضرت کے قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اُس کا قصور معاف فرما کے کلمہ پڑھایا اور مسلمان کر کے اپنا مرید بنایا غرضکہ جب آپ دار الخیر اجمیر میں رونق افروز ہوئے تو بیرون شہر ایک درخت کے نیچے ٹھہرے یہاں پرتھی راج عرف رائے پتھورا حاکم اجمیر کے اونٹ بندھا کرتے تھے رات ہوئی تو ساربان اونٹ لے کر اس مقام پر آئے، اور آپ کو وہاں سے اُٹھانے کے درپے ہوئے۔ آپ یہ فرما کر وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اچھا لے ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں تیرے اونٹ یہاں بیٹھیں گے، یہ فرما کر آپ نے مع ہمراہیان آناساگر حوض پر تشریف لا کر قیام فرمایا، جہاں کہ کثرت سے بُت بنے ہوئے تھے، یہیں آپ کا چلہ بنا ہوا ہے۔ جو اب تک اہل اسلام کا زیارت گاہ ہے۔ اُدھر صبح کو ساربانوں نے جب اونٹوں کو اُٹھانا چاہا تو وہ زمین سے ہمسے تک

نہیں اٹھتا کیسا یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے اُن کو زمین میں وصل کر دیا ہے
ساربانوں نے لاکھ لاکھ کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اور حضرت خواجہ کو ڈھونڈھتے
آپ تک پہونچے اور اپنی خطا پر نادم ہو کے معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے
فرمایا کہ اچھا جاؤ تمہارے اونٹوں کو خدا کی طرف سے اُٹھنے کا حکم ہو گیا۔ وہ جو لوٹ
کر اپنے مقام پر آئے تو سب اونٹ کھڑے پائے۔ اُن ساربانوں کی زبانی جب ہاں
کے برہمنوں کو یہ حالات آشکار ہوئے، تو مرنے اور مارنے کو تیار ہوئے جب خود
ناچار ہوئے تو راجہ پتھورا کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ ایک بیگانہ شخص ہمارے
معبد کے مقام پر آکر ٹھہرا ہے چونکہ وہ ہمارے بتوں کا دشمن ہے اس لئے اُس کا
وہاں ٹھہرنا بُرا ہے حکم اخراج دیا جائے۔ اور اس کو ذلت کے ساتھ شہر سے باہر
کیا جائے۔ راجہ نے فوراً اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اُس غیر شخص کو وہاں سے
نکال دو ذرا بھی پس و پیش نہ کرو۔ سپاہی حسب الحکم راجہ کے آپ کو آکر ستانے
لگے راجہ کی ہیبت و شوکت سے ڈرانے لگے، آپ نے مٹھی بھر خاک لے کر اور
آیۃ الکرسی پڑھکر اُن کی جانب پھینکی جن کے سر پر ذرا ذرا سی خاک پڑی وہ بے حس
و حرکت ہو گئے۔ مابقی مائل بفرار ہوئے۔ اُس آیہ وافی ہدایہ کے اسرار آشکار ہوئے
جو باری تعالےٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمائی ہے کہ وَمَا رَمَیْتَ
اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے نہیں تیر
پھینکا جبکہ پھینکا (کیونکہ یہ کام قوت بشری کی حد سے باہر تھا) بلکہ اللہ نے پھینکا۔
دوسرے دن وہ ہندو جو راجہ کی طرف سے اس تالاب پر مامور تھے رام دیو مہنت
کے ہمراہ برسر پیکار ہوئے۔ ہندوؤں میں دیو کے معنے پاک و مقدس ہے یعنے
قابل پرستش اور یہ بڑے برہمنوں کا لقب ہوا کرتا تھا۔ مگر جب وہ گروہ کفار
روبروئے خواجہ بزرگوار آیا تو اُن کے جسموں میں تھرتھری شروع ہو گئی ساری
جرأت کھو گئی۔ پھر تو وہ سب یک زبان ہو کر کہہ اُٹھے ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست
ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

آخر رام دیو مہنت جو اُن سب کا سردار تھا حاضر خدمت ہو کر داخل اسلام ہوا جس کا بعد مسلمان ہونے کے شادی دیو یعنے خوشی کا دینے والا نام ہوا۔ اب تو خواجہ غریب نواز کی کرامتوں کا اجمیر بھر میں شہرہ ہو گیا اور ہر ایک آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ راجہ پھتورا کو جب آپ کے اس تسلط کی خبر پہونچی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی جادوگر ہے یا اس کے پاس تسخیر کا عمل ہے جو رام دیو ایسے مہنت کا قلب پھر دیا۔ اور وہ مسلمان ہو گیا یہ خیال کر کے اپنے اُستاد جوگی جے پال جادوگر کو بُلا بھیجا اور اُس سے سارا واقعہ بیان کیا وہ سب جادوگروں کا اُستاد تھا۔ ڈیڑھ ہزار جادوگر اپنے ہمراہ لے کر خواجہ غریب نواز کے اخراج کو آیا۔ خواجہ نے ایک حصار کھینچ کر ہمراہیوں سے فرمایا کہ اس کے اندر بے خوف و خطر رہو اور ذرا بھی نہ ڈرو انشاء اللہ اس کے اندر اُس کو دخل نہ ہوگا۔ جوگی جے پال کے ہمراہی جادوگر شیر اور اژدہوں پر سوار مع آتشین چکر دہشت ناک آواز سے چلّاتے شور و غل مچاتے لوگوں کے دل دہلاتے راہ گیروں کو ڈراتے جب قریب اس حصار کے پہونچے تو دور ہی سے ہزاروں شعبدے کرنے لگے۔ کبھی آگ برسائی، کبھی آتشین چکر کے وار کئے مگر سب بیکار گئے، ایک بھی شعبدہ نہ چلا آخر جادوگروں کا گرو گھنٹال جوگی جے پال اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، اور ہرن کی کھال پہن کر آسمان کی جانب اُڑا یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے نہاں ہو گیا اُس وقت آپ نے اپنی نعلین مُبارک کو اشارہ کیا اُس نے جوگی جے پال کو جا لیا اور پٹا پھٹ اُس کے سر پر پڑنے لگیں دھڑا دھڑ جوتے جڑتے لگیں آخر ناچار ہو کر وہ زمین پر اُتر آیا اور اپنی شعبدہ بازی سے بہت پچھتایا۔ شرمایا ہوا

خواجہ کے روبرو آیا اور یہ کلمہ زبان پر لایا کہ مجھے مسلمان کر کے اپنے غلاموں میں داخل فرمائیے۔ اور اپنا رتبۂ عالی دکھائیے تاکہ اس کور باطن کی آنکھوں میں روشنی آئے اور یہ خادم اپنی دلی مراد پائے، آپ نے اُس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور سیر عالم بالا میں اپنے ساتھ لیا بہت سے مدارج طے کرائے بعد تھوڑی دیر کے آپ مع اُس کے وہاں سے واپس آئے اب تو گرو گھنٹال کی آنکھیں کُھلیں جادو کی ساری شعبدہ بازیاں دل سے یک لخت محو ہوگئیں، خواجہ غریب نواز کی خدمت میں عرض کیا ؎

التجائے خود کنم از تو سوال
تا بر آید مدعائے قیل و قال

میری دلی تمنا ہے کہ مجھے مثل خضر علیہ السلام حیات جاودانی عطا ہو پورا میرے دل کا مدعا ہو۔ آپ نے فرمایا جا حق تعالےٰ نے تجھ کو حیات ابدی دی مگر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے گا کوئی تجھ کو نہ دیکھ سکے گا۔ خضر بیابانی تیرا لقب ہوا۔ تو راہگیروں کو راستہ بتانے کو منتخب ہوا کہتے ہیں کہ وہ جے پال اب تک اجمیر میں چھپا ہوا ہے اور ہر پنجشنبہ کو زیارت مزار مبارک کے لئے حاضر ہوا کرتا ہے۔ اکثر اہل نظر نے اس کو پہچانا ہے۔ رائے پتھورا کا جے پال گرو گھنٹال کے مسلمان ہوجانے سے جی چھوٹ گیا دل ٹوٹ گیا عاجز و ناچار ہو کر واپس چلا گیا اور خواجہ کی مزاحمت سے دستکش ہوا۔ پھر حضرت خواجہ نے اُسی جگہ پر جہاں اِس وقت آپ کا مزار ہے قیام کیا اور رائے پتھورا کو بہت سے خطوط مشفقانہ لکھ کر مائل اسلام کیا مگر وہ کافر نا ہنجار آپ سے روگردان اور اپنی فوج و لشکر پر نازاں رہا۔ شیخ سعدیؒ نے سچ فرمایا ہے ؎

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ
بآب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد

آخر خواجہ نے اُس کے اسلام سے نا اُمید ہو کر اس کو لکھ بھیجا کہ :۔

ما ترا از دست لشکر اسلام بقتل رسانیدیم انشاء اللہ تعالےٰ ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سلطان شہاب الدین غوری[1] نے خواب میں ہندوستان کی بادشاہت کی بشارت پاکر ہندوستان پر حملہ کیا، ادھر سے رائے پتھورا خبر آمد سلطان سُنکر مع اپنے تیس ہزار پیادہ و سوار اور تین سو فیل جنگ آزما کے بڑے جاہ و حشم سے دہلی سے آگے بڑھا سلطانی فوج کو ایک زبردست لشکر سے لڑنا پڑا، پہلی مرتبہ تو سلطان کو شکست ہوئی مگر اس کے دوسرے ہی سال پھر سلطان نے فوج کشی کی اور تراوڑی کے میدان میں دونوں لشکروں کی مُٹھ بھیڑ ہوئی خوب تلوار چلی، لیکن آخر میں کفار ناہنجار ترکوں کی تلواروں کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے ترکوں نے اُن کا تعاقب کر کے سب کو تہ تیغ کیا ایک کو بھی زندہ سلامت جانے نہ دیا۔ رائے پتھورا بھی گرفتار ہو کر قتل ہوا اور شہاب الدین غوری نے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو اپنے جانب سے تخت دہلی پر بٹھایا اور نائب سلطنت بنایا اور آپ حاضر اجمیر ہو کر بعد زیارت خواجہ غریب نواز عازم غزنین ہوا۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی کرامات و خرق عادات و ملفوظات بیحد و بایاں ہیں بڑی بڑی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں خلق خدا آج بھی آپ کے مزار پُرانوار سے فوائد بیکراں حاصل کرتی ہے حلقۂ مریدان آپ کا نہایت وسیع ہے اور حضرت کے خلفاء بھی بیحد و بے شمار ہیں جن میں عورتیں

---

[1] یہ سلطان منجملہ اولیائے کاملین میں سے تھے ان کا لقب فرخ شاہ ہے سلطنت غزنویہ کے بعد یہ کابل سے خروج کر کے واسطے ترویج دین اسلام و جہاد کفار و توہین اصنام کئی بار ہندوستان پر حملہ آور ہوئے چنانچہ پہلی بار ۵۷۱ھ (۱۱۷۶) میں انھوں نے تخت غزنین حاصل کرنے کے بعد ہندوستان پر حملہ کیا پھر ۵۸۷ھ (۱۱۹۱) و ۵۸۸ھ (۱۱۹۲) میں دو بار میں کامیابی حاصل کر کے اجمیر پر قابض ہوئے یہی وہ پہلے مسلمان بادشاہ تھے جن کا ہندوستان میں ایک مستقل اسلامی سلطنت قائم کر دینے کا قصد تھا لیکن جب ان کی توجہ سلوک طریقہ عالیہ چشتیہ کی طرف مصروف ہوئی تو ترک سلطنت و قبول فقر کے بعد ۶۰۲ھ (۱۲۰۵) میں انتقال کیا ۱۲

بھی شامل ہیں۔ لیکن ہم صرف آپ کے فرزند دلبند خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سب سے بڑے خلیفہ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کریں گے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے روز دوشنبہ ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ میں بعہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش اس جہان فانی سے پردہ فرمایا۔ اور جوار رحمت میں قیام پایا۔ صاحب سیر الاقطاب فرماتے ہیں کہ جس شب حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا اُس رات عشار کی نماز پڑھ کر اپنے حجرۂ خاص کا دروازہ بند کر لیا اور خاص لوگوں کو بھی آنے جانے سے منع کر دیا' جو لوگ محرمان درگاہ سے تھے وہ در حجرہ پر بیٹھے رہے۔ اور تمام شب پاؤں کی آواز سنتے رہے کہ جیسے کوئی وجد کی حالت میں قدم زن ہو لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت خواجہ حالت سکر اور وجد میں ہیں آخر رات کو وہ آواز یکایک بند ہو گئی۔ صبح کو نماز فجر کے وقت ہر چند لوگوں نے آواز دی لیکن جواب نہ پایا آخر سب نے دروزاہ حجرہ کا اُکھڑوایا اندر جا کر جو دیکھا تو آپ کو واصل الی الحق پایا اس رات میں کئی اولیاء اللہ نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "ہم آج محبوب اللہ معین الدینؒ کے استقبال کو آئے ہیں"۔

لوگوں نے حضرت خواجہ کی پیشانی مبارک پر بخط روشن یہ کلمہ لکھا ہوا پایا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے۔ قطعہ

خواجۂ والا معین الدین کہ از انوار او
گشت روشن در دو عالم ماہتاب ملکِ ہند
محو شد در نور حق چوں آں مہِ چرخِ بریں
شد ندا از چرخ چارم' "آفتاب ملکِ ہند" ۶۳۳

مزار پاک دار الخیر اجمیر میں مرجع خلائق ہے جو پہلے تو کچی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا پھر پتھر کی عمارت اُس پر قائم کی گئی اور پہلی عمارت بدستور رکھی۔ مزار پُر انوار

کی بلندی اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے اس مقبرہ کی تعمیر حضرت خواجہ حسن ناگوری علیہ الرحمتہ نے کی پھر بعدہٗ اور سلاطین نے اور بادشاہ صاحبقراں ثانی شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ غازی نے مزار مبارک کے پہلو میں سنگ مرمر کی ایک مسجد تعمیر کرائی، جو کہ قابل دید ہے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حسن ناگوری رحمتہ اللہ علیہ جو کہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُرانوار پر بہت دنوں چلہ کشی و مجاوری کرتے رہے اس زمانے میں اجمیر بالکل ویران جنگل بیابان وغیر آباد تھا اور اس کے اطراف میں شیر، چیتے وغیرہ درندوں کے مسکن تھے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی کوئی عمارت نہ تھی، حضرت خواجہ حسن ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے مزار پُرانوار کی تعمیر کی کوشش کی اور سلطان غیاث الدین خلجی کی اعانت سے اس میں کامیاب ہوئے۔ اور اُس کی صورت یہ ہوئی کہ سلطان خواجہ حسن ناگوریؒ کی زیارت کا بہت مشتاق تھا کئی بار آپ کو دہلی طلب کیا مگر یہ نہ گئے آخر اُس نے کہلا بھیجا کہ میرے پاس موئے مبارک حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اس کی زیارت کو تو آیئے۔ آپ یہ سُن کر عازم دہلی ہوئے اور بادشاہ سے جا کر ملے۔ اُس نے بہت تحف وہدایہ پیش کئے۔ آپ نے نہ لئے مگر آپ کے فرزند ارجمند نے اُس کے لینے کی خواہش کی اور سلطان سے کج خلقی اچھی نہ سمجھی، اُس وقت خواجہ حسن ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس شرط سے اُس کے لینے کی اجازت دی کہ اُس سے مزار خواجہ غریب نواز کی تعمیر کی جاوے اور نیز حضرت شیخ حمید الدین رحمتہ اللہ کے مزار کی درستی کے صرف میں بھی آئے۔ چنانچہ صاحبزادے نے یہ منظور کیا اور دونوں مزار بنوائے۔

حضرت خواجہ فخر الدینؒ

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیبیاں تھیں، ایک کا نام بی بی عصمت بنت سیّد وحید الدین اور دوسری بیوی امۃ اللہ تھیں یہ دوسری بیوی ہند کے راجاؤں کی اولاد سے تھیں جو آپ کے پاس گرفتار ہو کر آئیں اور مسلمان ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حرم محترم میں داخل ہوئیں، اُن سے ایک صاجزادی حضرت بی بی جمال صاحبہ نہایت عابدہ وزاہدہ خلیفہ و مرید حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ زندہ رہیں جن سے ہزارہا عورتیں فیض یاب ہو کر مقام قرب الٰہی کو پہونچیں اور بچّے جو بی بی امۃ اللہ سے ہوئے وہ انتقال کر گئے اور بی بی عصمت سے تین۳ بیٹے تھے ایک۱ خواجہ ابو سعید جنھوں نے پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جن کا مزار مبارک اندرونِ درگاہ شریف کرنا ٹلی دالان کے قریب سنگ مرمر کی چھتری کے نیچے ہے اور حضرت خواجہ غریب نواز کی دونوں بیبیوں کے مزار متصّل مسجد صندل خانہ درخت چمیلی کے نیچے ہیں۔ دوسرے۲ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ، تیسرے حضرت خواجہ حسام الدین علیہ الرحمۃ جو پینتالیس۴۵ برس کے سن میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر ابدالوں میں جا ملے، حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ فرزند ثانی حضرت خواجہ غریب نواز بڑے صاحب شان عظمیٰ اور نعمت کبریٰ رکھتے تھے

جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے اور بیس[۲۰] سال تک اپنے فیض سے خلق اللہ کو فیض یاب کرتے رہے ۶۶۳ھ میں ستر[۷۰] یا تریسٹھ[۶۳] برس کی عمر پاکے آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار قصبہ سنزوار میں ہے۔ جو اجمیر سے سولہ[۱۶] کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور راجہ کسن گڈھ کی ریاست میں داخل ہے۔



حضرت شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ بقصد ارادت خواجہ محمود اصفہانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہاں اتفاقاً خواجہ غریب نواز بھی تشریف لائے خواجہ قطب الدینؒ خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھتے ہی گرویدہ ہو گئے اور زبان حال سے کہہ اٹھے ؎

جان فدائے تو کہ ہم جانی وہم جانانی
ہر کہ شد خاک درت رُست زسر گردانی

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آخر خواجہ غریب نوازؒ کے مرید ہو گئے۔ خواجہ بزرگ نے کلاہ چہار ترکی آپ کے سر پر رکھی اور نظر شفقت فرمائی۔ آپ اولیائے کاملین اور عاشقان واصلین سے تھے شان عظمیٰ و رتبہ کبریٰ رکھتے تھے مستجاب الدعوات تھے جو بھی بارگاہ الٰہی میں دعا فرماتے قبول ہوتی۔ آپ نسبتاً سادات اوش سے حسینی سیّد اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی اولاد سے تھے۔ اوش ایک قصبہ ہے ماوراء النہر کے قصبوں میں سے سیر الاقطاب میں ہے کہ آپ کو پہلے بختیار کہتے تھے بعد کو قطب الدین لقب ہوا۔ لیکن مرۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ خواجہ غریب نواز اکثر قطب الدین بختیار کے نام سے آپ کو یاد فرماتے تھے اس لئے قطب الدین نام اور بختیار لقب مقرر

ہوا۔ ۵۸۲ھ میں بمقام اوش آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ شکم مادر میں ہی با آواز بلند ذکر اسم ذات فرمایا کرتے تھے جس کو گھر کے سب لوگ سنتے تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ کے تولد کی رات کو میں نے ایک روشنی دیکھی جو میرے تمام گھر کو گھیرے ہوئے تھی، یہ آدھی رات کا وقت تھا' میں مضطر ہو کر بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دست بدعا ہوئی کہ یا باری تعالیٰ یہ کیا بھید ہے اور کیا اسرار ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ یہ وقت تیرے فرزند کی ولادت کا ہے جو بڑا بزرگوار ہے پس اُسی وقت مجھے درد زہ شروع اور قریب صبح آپ پیدا ہوئے۔ آپ نے پیدا ہوتے ہی سر سجدہ میں جھکایا اور ذکر اسم ذات جہر سے فرمایا، جس کو سن کر ہر ایک شخص تعجب میں آیا' پھر آپ نے اپنے ستر ڈھانکنے اور جلد غسل دینے کی بابت فرما کر خاموشی اختیار کی اور صبح ہوتے ہوتے وہ روشنی بجھی جاتی رہی۔ آپ کے عجیب وغریب واقعہ ولادت ہی سے آپ کا اولیاء کاملین میں ہونا ظاہر ہے پھر صغر سنی ہی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو وہ مرتبہ عالی عنایت فرمایا کہ دوسروں نے بزرگ ہو کر نہ پایا۔ ابھی آپ کا سن ڈیڑھ ہی برس کا تھا کہ آپ کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا اور آپ نے اپنی والدہ کے زیر سایہ نشوونما پایا جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کی بڑی دھوم سے بسم اللہ کی۔ پھر اپنے ایک ہمسایہ سے جو نیک بخت وصالح تھے کہا کہ اس بچے کو ایسے معلّم کے پاس پڑھنے کو بٹھا دو جو اس کا اہل اور علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہو۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر چلے راستے میں ایک مرد بزرگ ملے انھوں نے اُن سے پوچھا کہ اِس لڑکے کو تم کہاں لئے جاتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ مکتب میں بٹھانے کو' مرد بزرگ نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ' تاکہ میں اس لڑکے کو ایسے معلّم کے حوالے کر دوں جو اس کو کمالات علمی کو پہونچا دے۔ ہمعصروں میں اس کا مرتبہ بڑھا دے چنانچہ وہ ابوحفص اوشی قدس سرہٗ کی خدمت میں آپ کو لے کر آئے اور فرمایا کہ حکم احکم الحاکمین یہ ہے کہ تم اس بچے کو تعلیم دو اور تربیت و تعلیم

میں کوشش کرو، انھوں نے اُن مردِ بزرگ کا فرمانا قبول کیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا، جب وہ بزرگ چلے گئے تو شیخ ابوحفصؒ یوں گویا ہوئے کہ اے لڑکے تو بختیار ہے کہ تیری تعلیم و تربیت کی سعی کے لئے حضرت خضر علیہ السلام آئے اور تجھ کو مجھ تک لائے۔ سیر الاقطاب میں یہی ہے کہ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل شیخ ابوحفصؒ سے کی لیکن سبع سنابل کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایّام مکتب کے قریب ہی خواجہ غریب نواز کا اَوش میں گذر ہوا اور خواجہ قطب الدینؒ کی والدہ نے آپ کو خواجہ بزرگ کی خدمت میں بھیجا آپ نے چاہا کہ اُن کے لئے تختہ پر کچھ تحریر فرمائیں کہ غیب سے ندا آئی ٹھہرو، حمیدالدین کو آلینے دو ادھر قاضی حمیدالدین ناگوری علیہ الرحمۃ کو حکم ہوا کہ اَوش جاؤ اور قطب الدین کی تعلیم کی خدمت بجالاؤ، قاضی نے آنکھیں بند کرتے ہی اپنے آپ کو اَوش میں خدمت خواجہ بزرگ میں پایا، خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ قاضی صاحب آپ خوب آئے اس بچے کو لیجئے اور تربیت کیجئے۔ قاضی صاحب نے آپ سے پوچھا صاحبزادے میں تمہارے لئے تختہ پر کیا لکھوں آپ نے سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ پڑھا قاضی صاحب نے کہا کہ یہ تو پندرھویں پارے کے شروع کی آیۃ ہے۔ تم نے قرآن پاک کس سے پڑھا آپ نے فرمایا کہ میری والدہ کو پندرہ پارے یاد تھے وہ اکثر پڑھا کرتی تھیں، شکم مادر میں ہی مجھے بھی یاد ہو گئے۔ الغرض آپ نے چار روز میں پورا قرآن پاک پڑھ لیا، اور بعد تکمیل علوم ظاہری و باطنی سترہؔ برس کے سن میں حضرت خواجہ غریب نواز سے شہر بغداد میں بمقام مسجد امام ابواللیث سمرقندی بموجودگی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ و شیخ اوحدالدین کرمانیؒ و شیخ برہان الدین چشتیؒ و شیخ محمود اصفہانی رحمۃ اللہ علیہم خرقۂ خلافت حاصل کیا اور خواجہ غریب نواز کی معیت میں بغداد شریف میں ریاضت شاقہ اور ہدایت خلق اللہ میں مشغول رہے بعد چندے آپ خواجہ بزرگ سے جدا ہو کر سیاحت کرتے رہے اور جب

یہ سُنا کہ خواجہ بزرگ اجمیر میں قیام پذیر ہیں، شوقِ زیارت میں عازم ہندوستان ہوئے اوّل ملتان میں رونق افروز ہوکر شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے ملے پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے، اور خواجہ بزرگ کو عریضۂ اشتیاق قدمبوسی تحریر کیا، حضرت خواجہ بزرگ نے یہ جواب دیا کہ قربِ روحانی کے ہوتے بُعدِ مکانی کیا چیز ہے۔ مجھے تمہاری خاطر ہر وقت عزیز ہے۔ دہلی ہی میں رہو اور خلق اللہ کو ہدایت کرو، یہ جواب پاکر آپ دہلی ٹھہر گئے۔ ہزاروں طالبانِ حق آنے اور آپ سے فیض پانے لگے، شیخ نجم الدین صغریٰ اجمیری جو حضرت خواجہ غریب نواز کے پیر بھائی اور دہلی میں قیام پذیر تھے، حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے حسد و غبطہ کرنے لگے، ایک مرتبہ جب حضرت خواجہ غریب نواز دہلی میں رونق افروز ہوئے تو وہ خواجہ بزرگ سے ملنے نہ آئے، حضرت خود اُن کے مکان پر ملنے گئے اور اُن سے مستفسر ہوئے کہ تم مجھ سے کیا رنجیدہ ہو، جو ملاقات کو نہ آئے انھوں نے کہا کہ آپ نے قطب الدینؒ کو جب سے اپنا خلیفہ کرکے دہلی میں بھیجا ہے خلق کا اُن کی طرف ہجوم رہتا ہے مجھے یہ بہت ناگوار گزرتا ہے کیونکہ کوئی کسی ایک بزرگ کو برگِ سبز سے بھی نہیں یاد کرتا ہے۔ خواجہ بزرگ اُن سے یہ سُن کر ناخوش ہوئے اور وہاں سے واپس آکر حضرت قطب الدینؒ سے یوں فرمانے لگے، کہ بابا قطب الدین تم سے لوگ حسد رکھتے ہیں اور ناراض ہیں بہتر یہ ہے کہ تم میرے ہمراہ اجمیر چل کر رہو، خواجہ قطب الدینؒ نے پیر کے حکم کی تعمیل میں دہلی سے چلے جانے کا ارادہ کیا اہلِ دہلی نے جو یہ سُنا تو نہایت غم و رنج کے ساتھ روتے پیٹتے خدمت خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوئے، اور بولے کہ آپ للہ اِن کو اجمیر نہ لیجائیے۔ ہم لوگوں سے نہ چھڑائیے، کیونکہ ہم کو اُن کی تاب جدائی نہیں جو نعمت ہم لوگوں کو اُن سے حاصل ہوئی ہے وہ کسی سے پائی نہیں۔ خواجہ بزرگ نے خلقت کا یہ حال دیکھکر حضرت قطب الدینؒ کو دہلی کی قطبیت سے سرفراز فرماکر قطب الاقطاب کا خطاب عنایت فرماکر وہیں مستقل رہنے کا حکم دیا

اور آپ بدستور رونق افزائے دہلی رہے۔ اور خواجہ نجم الدینؒ حضرت خواجہ غریب نواز کی ناراضی سے رسوا ہوئے۔ چنانچہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ خلیفہ شیخ شہاب الدین علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے پیر بھائی تھے اُن سے ملنے وارد ہندوستان ہوئے تو بطور سیر دہلی بھی آئے بادشاہ وقت نے ان کی آمد کی خبر سُن کر بہت اعزاز کیا اور خاص اپنی سواری کا گھوڑا اُن کی سواری کے لئے دیا شیخ نجم الدین کو یہ امر بہت ناگوار گزرا اور چونکہ یہ عہدۂ شیخ الاسلام پر فائز تھے بادشاہ نے اُن سے مشورہ کیا کہ شیخ جلال الدین کو مکان ٹھہرنے کو کونسا دیا جائے اُن کی سب کرامات تو خواجہ غریب نواز سلب ہی کر چکے تھے۔ انھوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ محل سلطانی کے قریب جو مکان خالی ہے اُس میں اُن کو ٹھہرا دیجئے وہ مکان مسکن جنات تھا۔ تاکہ شیخ کو ستائیں اور شیخ یہاں سے بھاگ جائیں بادشاہ نے ویسا ہی کیا۔ شیخ جلال الدین علیہ الرحمۃ کو یہ امر نور باطن سے معلوم ہو گیا اور بادشاہ سے اُس مکان کی کنجی طلب کر کے اپنے خادم تراب کو دی اور کہا کہ جا کے اُس مکان کو کھول اور یہ بول کہ اس مکان میں جلال الدین تبریزی آ کر ٹھہرے گا تم سب فوراً نکل جاؤ' خادم نے اس حکم کی تعمیل کی اور جنوں نے راہ فرار لی' شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں قیام کیا اور شب گزار کر صبح کو حضرت قطب الاقطاب سے ملنے چلے آپ نور باطن سے اُن کے آنے پر مطلع ہو کر دروازے تک استقبال کو آئے اور اُن کو نہایت اعزاز کے ساتھ مکان کے اندر لائے' اُس وقت آپ کے یہاں محفل سماع گرم تھی اور قوال یہ شعر گا رہا تھا جس پر حاضرین کو وجد آ رہا تھا۔ شعر

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد
در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد

چونکہ وہ دن جمعہ کا تھا' شیخ جلال الدینؒ نماز جمعہ تک وہاں ٹھہرے اور نماز جمعہ ادا کر کے اپنے مقام پر واپس آئے۔ شیخ جلال الدینؒ ایک غلام ترکی

نہایت صاحب حسن و جمال رکھتے تھے اور اکثر اُس سے تلوے سہلانے کی خدمت لیا کرتے تھے چنانچہ ایک روز بعد نماز چاشت آپ لیٹ گئے اور وہ تلوے سہلانے لگا، شیخ نجم الدین اُس وقت محل شاہی کے بالاخانہ پر تھے اُن کی جو شیخ پر نظر پڑی تو جاکر بادشاہ سے اطلاع کی کہ آپ جن کے اس قدر معتقد ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ حسین لڑکے سے پیر دلوا رہا ہے فجر کی نماز کو بھی اُڑا گیا ہے۔ یادشاہ کو یہ سن کر اور دیکھکر تعجب ہوا۔ شیخ نے نور باطن سے یہ حال معلوم کر کے بلند آواز سے کہا کہ اگر نجم الدین تو کچھ ذرا پہلے اور آتا تو اس لڑکے کو میری بغل میں پاتا۔ بادشاہ یہ سُنکر شرمندہ ہوا اور شیخ نجم الدین کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اب تو آتش حسد اور بھڑک اُٹھی اور دل میں یہ تجویز کی کہ کسی طرح شیخ کو نیچا دکھاؤں اور اپنی عزت بادشاہ کی نظروں میں بڑھاؤں یہ سوچ کر یہ ترکیب نکالی کہ ایک طوائف حسین کو جو کبھی کبھی شیخ کے یہاں گانے آتی تھی، اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی جاتی۔ پانچ سو دینار دینے کا وعدہ کر کے اس بات پر راضی کیا کہ وہ شیخ پر زنا کی تہمت لگائے اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور سب میں مشہور کیا کہ مجھ سے شیخ سے آشنائی ہے اور میں نے ان کے وصل حرام سے لذت پائی ہے۔ بادشاہ کو جو یہ خبر ہوئی تو فکر میں پڑا اور اطراف و جوانب سے علماء نامدار و مشائخ روزگار مثل قاضی حمید الدین ناگوریؒ و بہاء الدین ملتانی علیہ الرحمۃ کو طلب کیا اور ایک مجلس ترتیب دے کر اُس طوائف کو بلایا حضرت شیخ بہاء الدینؒ نے اُس سے فرمایا کہ اہل اللہ پر سب حال ظاہر ہے سچ سچ جو بات ہو کہدے خبردار جھوٹ بولے گی تو اپنی سزا کو پہونچے گی۔ یہ سُنکر اُس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اُس نے فوراً قبول دیا۔ کہ میں نے شیخ نجم الدین کے کہنے سے یہ افترا کیا اور اس کی بابت انھوں نے مجھے پانچسو دینار دینے کا وعدہ کیا جس میں سے ڈھائی سو میں نے پائے ہیں اور ڈھائی سو فلاں دُکاندار کے پاس بطور امانت کے رکھوائے ہیں وہ گواہ ہے اُسی کے سامنے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ وہ دُکاندار طلب کیا گیا۔ اور اس نے بھی

جو واقعہ سچ تھا کہدیا۔ بادشاہ یہ معلوم کر کے بہت خفا ہوا اور اُسی وقت نجم الدین کو شیخ الاسلامی کے عہدے سے جُدا کیا اور قطب الاقطاب سے حسد کر کے یہ ثمرہ ملا کہ حاسد مشہور ہوئے، رسوا نزدیک و دُور ہوئے۔

حضرت قطب الاقطاب زمانہ سلطان شمس الدین التمش میں دہلی تشریف لائے تھے۔ سلطان نے آپ کی تشریف آوری کو بہت غنیمت جانا اور پیشوائی کر کے باصرار تمام اپنے ساتھ آپ کو شہر میں لے آئے اور اپنے قریب ٹھہرایا چنانچہ اب تک عمارات سلطان کے قریب آپ کی حویلی کے نشانات موجود ہیں جہاں معتقدان حضرت سر رکھتے اور جبہہ سائی کرتے ہیں۔ سلطان نے مسجد سلطان عزیز الدین آپ کی تولیت میں دی تھی جہاں بیٹھکر آپ خلق اللہ کو ہدایت فرماتے تھے بزرگان و امرائے شہر سب آپ کی زیارت و قدمبوسی کو وہاں آتے تھے۔ آپ جس کو مرید کرتے تو کامل کر دیتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ ہمیشہ فقرار کی خدمت کرنا اور اُن کی عظمت دل میں رکھنا امیروں اور بادشاہوں سے خلاملانہ رکھنا اُن سے دور ہی دور رہنا آپ میں یہ کرامت تھی کہ جس کو جو تعلیم دی اُس نے اُس سے کبھی سرتابی نہ کی آپ کے خلفار اور مریدین میں سب سے بزرگ تر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر تھے جن کی بابت حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے بھی اُس وقت جبکہ وہ دہلی میں دوسری بار رونق افروز ہوئے تھے۔ یہ فرمایا کہ بختیار تو نے بڑا شاہباز جال میں پھنسایا اس کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے آشیانہ اس کا سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ یہ فریدہ شمع روشن ہے جس سے خانوادہ چشتیان نور پائے گا اور یہ سرگروہ خاندان چشت کہلائے گا۔ حضرت قطب الاقطاب سماع کے بڑے شایق تھے اور آپ کی مجلس سماع بہت بڑا مرتبہ رکھتی تھی۔ چنانچہ ایک بار مقتدائے شہر دہلی سید مبارکؒ کو جو گروہ علمار سے تھے مجلس سماع میں مدعو کیا انھوں نے کہا کہ جب تک آپ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کی اجازت نہ دلوا دیں میں ایسا نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا خیر

آج تم کو اجازت مل جائے گی پس رات کو سیّد مبارکؒ زیارت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ اے فرزند قطب الدین کی مجلس میں جا اور جو وہ کہے وہ بجالا۔ صبح کو سیّد صاحب آکر شریک مجلس و معتقد ہوئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اگرچہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے لیکن اپنے پیر کے خلاف حضرت قطب الاقطاب کی مجلس میں حاضر ہو کر سماع سنتے تھے۔ اور اس حال کو پہونچ گئے تھے کہ ایک بار راہ میں ایک مُرغ طوتبیس کہ اس کو ققنس بھی کہتے ہیں حالتِ مستی میں نغمہ زن تھا اُس جانور کی چونچ میں دو سُوراخ ہوتے ہیں جن سے گوناگوں سُر نکلتے ہیں قاضی صاحب اس کی صدائے نغمہ سنتے ہی بیہوش ہو گئے اور وجد کرنے لگے جب افاقہ ہوا تو اپنے پاس حضرت خضر علیہ السّلام کو کھڑا یہ کہتے پایا کہ اے حمید الدینؒ تو نے سماع سُنا اور بزرگوں نے بھی سُنا ہے۔ یہ نااہلوں کے لئے حرام اور تجھ سے اہل کے لئے روا ہے۔

حضرت قطب الاقطاب جب ملتان میں رونق افروز ہوئے تھے تو ایک روز حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مہمان ہوئے شیخ نے حضرت کی بڑی دھوم دھام سے دعوت کی آپ نے کھانے سے فراغت کے بعد فرمایا کہ یہ خشک دعوت تو دل کو نہ بھائی، شیخ نے آپ کی خاطر سے قوالوں کو بلا بھیجا اور سماع شروع ہو گیا، جب محفل گرم اور غلغلہ ہائے وہو بلند ہوا تو درویشان سہروردی کو شیخ کے سماع سننے پر تعجب آیا اور سب نے جمع ہو کر تعرض کیا شیخ نے فرمایا کہ ایک چشتیہ میرے مہمان ہیں اُن کی خاطر سے یہ سب سامان ہیں وہ یہ سُن کر حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں برائے ممانعت سماع حاضر ہوئے۔ جیسے ہی اُس محفل میں پہونچے تو خاندان چشتیہ کی آتش عشق نے ایسا اثر دکھایا کہ ان سب کو بھی شراب عشق کا متوالا بنایا نہایت ذوق و شوق میں وجد کرنے لگے جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو بعض اُن میں سے مرید اور بعض

خلیفہ ہوئے۔

حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج سے منقول ہے ایک مرتبہ قطب الاقطاب کی مجلس میں جبکہ بڑے بڑے علماء و درویش مثل شیخ حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا علاء الدین کرمانی و سید نورالدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے، حاجیوں کا ذکر چھڑ گیا، حضرت قطب الاقطابؒ نے فرمایا کہ بعض خدا کے خاص بندے ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کعبۂ مقدسہ کو فرماتے ہیں کہ وہ جا کر اُن کے گرد طواف کرے۔ اور وہ اپنے مقام پر رہتے ہیں۔ یہ کہتے کہتے آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ تمام حاضرین بھی کھڑے ہوئے اور کعبۂ معظمہ کو وہاں موجود پایا ہر ایک نہایت ذوق و شوق کی حالت میں اُس کا طواف بجالایا اور اس حالت میں تکبیر اُن کی زبانوں سے نکلتی تھی کہ ہر ایک عضو سے تازہ تازہ خون ٹپکتا تھا اور وہ زمین پر گر کر تکبیر کا نقش ہو جاتا تھا۔ جب وہ سب لوگ طواف کعبہ سے فارغ ہوئے تو غیب سے ندا آئی کہ اے عزیزو ہم نے تم سب کا حج قبول کیا اور تم سب کو اپنا بندہ مقبول کیا نیز اُن لوگوں کو بھی جو تمہاری متابعت اور پیروی کریں قبول کیا۔ پھر کعبہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ وقت برخاست مجلس میں بھی وہاں سے اُٹھا اور ہانسی کی جانب جانے کا ارادہ کیا حضرت پیر و مرشد نے میری جانب دیکھ کر فرمایا کہ بابا فرید جا تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ جس طرح میں اپنے مرشد کے وصال کے وقت موجود نہ تھا تو بھی میرے انتقال کے وقت نہ موجود ہوا اور حاضرین سے فرمایا کہ گنج شکر کے لئے فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھو پھر مصلی اور عصا بندہ کو عطا فرما کر حکم دیا کہ دوگانہ ادا کر اور فرمایا کہ بعد میرے باقی تبرکات قاضی حمیدالدینؒ سے لے لینا میں اُن کو سپرد کر دوں گا۔

فوائد السالکین میں آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور شیخ حمیدالدین ناگوریؒ جو میرے یار غار تھے سفر دریا کے عزم سے روانہ ہوئے اور دریا کے قریب ایک مقام پر جا ٹھہرے چونکہ زاد راہ ساتھ نہ تھا اس لئے ہم دونوں بھوک

سے بیتاب تھے، ناگاہ دیکھا کہ ایک گوسفند منہ میں دو روٹیاں موٹی جو کی لئے دکھائی دیا اور وہ آتے آتے ہمارے قریب آگیا اور روٹیاں ہمارے آگے رکھ کر چلا گیا۔ ہم دونوں اُن روٹیوں کو کھاتے اور کہتے جاتے تھے کہ یہ گوسفند شاید مردانِ غیب سے تھا جو ہمارے لئے روٹیاں لایا۔ اتنے میں ایک اُونٹ کے برابر بچھو ادھر آتے نظر پڑا ہم لوگوں کو بڑا خوف پیدا ہوا لیکن وہ اپنے راستے جا کر دریا میں کود پڑا اور پھر دوسرے کنارے پر نکل کر رواں ہوا ہیں یہ دیکھ کر قاضی حمید الدین کو تکنے لگا اور اُن کی نظریں مجھ پر تھیں آخر یہ خیال کر کے کہ اس میں کچھ نہ کچھ اسرار ضرور ہے اس کے پیچھے چلنا چاہیئے۔ مگر دریا پار جائیں تو کیونکر وہاں نہ کوئی کشتی تھی نہ جہاز آخر ہم دونوں اُس بے نیاز کی درگاہ میں دست بدعا ہوئے کہ الٰہی اگر ہماری درویشی و فقیری تیری بارگاہ میں کچھ قبولیت رکھتی ہے تو ہم کو اس دریا سے پار کرادے تاکہ اس بچھو کے راز کو جان لیں۔ یکایک دریا شق ہو گیا اور ہم دونوں نے دریا سے پار ہو کر اُس بچھو کا پیچھا لیا یہانتک کہ وہ ایک درخت کے قریب پہونچا تو دیکھا کہ وہاں ایک شخص پڑا سو رہا ہے اور ایک بہت بڑا سانپ اُس درخت سے اُتر کر اُس کے کاٹنے کے درپے ہے کہ اتنے میں اُس بچھو نے اُس کو ڈنک مار کر مار ڈالا اور آپ گم ہو گیا۔ ہم دونوں جب اس سانپ کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ وہ کسی طرح ہزار من سے کم نہ تھا۔ یہ کرشمہ دیکھکر ہم دونوں کو یقین ہوا کہ شاید یہ سوتا ہوا شخص ولی اللہ میں سے ہے جب تو باری تعالےٰ نے اُس کی جان کی حفاظت کے لئے اتنی دُور سے بچھو بھیجا اور اُس کو بال بال بچایا۔ یہ خیال کر کے ہم اُس مرد کے قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شرابی مست خرابات قے کئے ہوئے پڑا ہوا ہے اور مکھیاں تمام اُس کے منہ پر بھنک رہی ہیں۔ ہم دونوں یہ حال دیکھ کر اپنے اتنی دُور آنے پر شرمندہ ہوئے اور لاحول پڑھ کر وہاں سے لوٹنا چاہا لیکن اس کے ساتھ ہی دل میں یہ بھی خطرہ گزرا کہ اس کی یہ نافرمانی و شراب خوری اُس پر

یہ حفاظت ورحمت خداوندی، یہ خطرہ ابھی دل سے پوری طرح سے دُور بھی نہ ہوا تھا کہ ہاتفِ غیب نے آواز دی اے میرے پیارو اس بات سے کچھ تعجب نہ کرو اگر ہم صالحین اور نیک بندوں ہی کی حفاظت کریں تو گنہگاروں اور بدکاروں کو کس کی نگرانی میں چھوڑیں۔ اتنے میں وہ شخص جاگ اٹھا اور ہم دونوں کو اپنے پاس کھڑے اور اتنے بڑے سانپ کو مردہ پڑے دیکھ کر متعجب ہوا۔ ہم دونوں نے اُس سے تمام کیفیت بیان کی پھر تو اُس کی شرمندگی سے یہ حالت ہوئی کہ روتا چلّاتا اور خدا سے توبہ و استغفار کرتا تھا پھر اُسی وقت اُس نے توبہ کی اور بعد کو واصلانِ حق میں سے ہوگیا۔

حضرت قطب الاقطاب شروع شروع ایک مسلمان بنیے سے جو آپ کے پڑوس میں رہتا تھا قرض لے لیا کرتے تھے مگر اُس سے کہدیا تھا کہ اسّی درم سے زائد قرض نہ ہونے دینا اور جب آپ کے پاس روپیہ آجاتا تھا تو ادا فرما دیتے تھے۔ ایک روز اُس بنیے کی عورت نے حضرت کے گھر والوں سے غرور کی راہ سے کہا کہ اگر ہمارا پڑوس نہ ہوتا تو تمہارا خرچ کیونکر چلتا یہ سُنکر آپ نے دل میں نیت کرلی کہ اب قرض نہ لوں گا۔ اور کچھ دنوں آپ نے اس عہد کی وجہ سے تکلیف جھیلی پھر اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے روزانہ ایک درم آپ کے مصلّے کے نیچے سے نکلنے لگا اور آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ تم جس قدر چاہو میرے حجرے میں سے کاک لیا کرو اس روز سے ایسا ہی ہوا اور آپ اسی لئے کاکی مشہور ہوئے۔ دوسری روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز کی محفل میں آپ کو شدّت سے بھوک لگی۔ معاً ایک طباق پُر از کاک غیب سے نمودار ہوا اور بھی اہل اللہ اُسی محفل میں موجود تھے سب نے اپنا اپنا ہاتھ بڑھایا کسی کے ہاتھ میں وہ نہ آیا جب آپ نے ہاتھ بڑھایا وہ آپ کے دست مبارک میں آگیا۔ خواجہ غریب نواز نے فرمایا بختیار کاکی ہے اللہ تعالےٰ اپنے ید قدرت سے اُس کو کاک عنایت فرمائے

اُسی وقت سے بختیار کاکی کہلائے۔

نقل ھے کہ آپ روزانہ جب تک تین ہزار مرتبہ درود نہ پڑھ لیتے نہ سوتے اس زمانے میں جبکہ آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تین روز یہ درود ناغہ ہوگیا۔ایک بزرگ رئیس نام نے خواب میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آنحضرت نے اُن سے کہا کہ بختیار کاکی کو میرا سلام پہونچا دو۔ اور کہو کہ تین راتوں سے جو تحفہ تم مجکو بھیجتے تھے وہ کیوں نہیں بھیجا چنانچہ انھوں نے قطب الاقطاب کی خدمت میں آکر اپنا خواب بیان کیا' آپ نے یہ سُنکر اُسی وقت اس عورت کا مہر ادا کر کے اُس کو طلاق دے دی۔ پھر کبھی ناغہ نہ کیا۔

آپ سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سماع سنتے سنتے بیہوش ہوجاتے تھے اور دو دو تین تین روز اُسی حالت بیخودی میں رہتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اس شعر پر ؎

سرود چیست کہ چندیں فسونِ عشق دروست
سرود محرمِ عشق است وعشق محرم اوست

ایسی حالت طاری ہوئی کہ سات شبانہ روز آپ بے ہوش رہے صرف نماز پنج گانہ کے وقت ہوشیار ہوکر نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ فوائد الفوائد میں ہے کہ آپ پر ایسی حالتِ استغراق طاری رہتی تھی کہ جب کوئی آپ سے ملنے آتا تھا تو بہت دیر بعد آپ کو خبر ہوتی اور پھر عذر کر کے بہت جلد رخصت فرما دیتے تھے یہانتک فنائے احدیت میں مشغول رہتے کہ حوادث زمانہ بھی اُس میں خلل انداز نہ ہوتے چنانچہ جب آپ کے صاحبزادے محمدؒ نے ساتؔ سال کی عمر میں انتقال کیا تو آپ کو اُس کی موت تک کی خبر نہ ہوئی۔جب بیوی صاحبہ کے رونے کی آواز سُنی تو دریافت حال فرما کر تاسّف کیا اور یہ کہا کہ مجھے اُس کی علالت کی خبر تک نہ تھی ورنہ اُس کے لئے دعا کرتا۔

سلطان شہاب الدین کے عہد میں جب آپ رونق افزائے دہلی تھے تو ایک

بار شہاب الدین نے آپ کو سماع سے ممانعت کرا بھیجی آپ نے فرمایا کہ اس سیاہ درون کو اس کی حقیقت کیا معلوم ہے۔ یہ اُس کے لیے حرام ہے ہمارے لیے حلال ہے۔ اُس نے یہ سُنکر کہلا بھیجا کہ اگر آپ نہ مانیں گے تو میں آپ کے قتل کا حکم دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں عین القضات نہیں ہوں کہ اُن کو جلوا دیا۔ اگر تو سلامت رہے تو پھر مجھ کو قتل کرنا۔ اسی زمانے میں سلطان شمس الدین نے دہلی پر قبضہ کر لیا جو کہ آخر میں حضرت کا مرید و خلیفہ ہوا۔ قاضی عماد اور قاضی صادق نے سلطان پر زور دیا کہ حضرت قطب الاقطاب کو سماع سے روکا جائے کیونکہ وہ شب و روز سماع سنتے رہتے ہیں اور شریعت میں اُن کی وجہ سے خلل پڑتا ہے سلطان نے کہا کہ پھر آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا آپ ہم کو اُن کی جزا و سزا کا حکم عطا کر دیں۔ سلطان نے بپاس تحفظ شریعت و مسند قضا اُن صاحبان کو حکم عطا کر دیا۔ انھوں نے حضرت کو لکھا کہ تم ہماری عدالت میں حاضر ہو کر حلت سماع کو ظاہر کرو آپ نے جواباً تحریر کیا کہ کل پیروں کا عرس ہے اُس کے بعد حاضر محکمہ ہوں گا۔ قاضیوں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ درِ خانقاہ پر پہرہ رکھیں اور خلق اللہ کو آپ کی محفل میں جانے نہ دیں آپ نے یہ سُنکر فرمایا کہ فقیر کی محفل میں لوگوں کو آنے سے کون روک سکتا ہے اور خادم کو حکم دیا کہ اس مرتبہ المضاعف کھانے کا انتظام کرے خادم نے حسب الحکم دونی پخت تیار کی۔ جب عرس کا روز ہوا تو سب سے پہلے شیخ زکریا ملتانی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ملتان سے تشریف لائے۔ اور دڑانہ محفل میں چلے آئے سپاہیوں نے نہ دیکھا، اللہ تعالےٰ نے آپ کی کرامت سے اُن سب کو اندھا کر دیا۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ جوق جوق خلق اللہ بے دھڑک محفل میں جمع ہونے لگی اور اس قدر مجمع ہوا کہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا، علاوہ اور بزرگوں کے شیخ جلال الدین تبریزی بھی مع حلقہ مریدین حاضر محفل تھے۔ جب محفل گرم ہوئی اور قاضیوں کو خبر پہونچی تو وہ بدر الدین پسر سلطان شمس الدین کو اپنے ہمراہ لے کر خانقاہ میں مع سپاہیوں کے

گھس آئے۔ بدرالدین کی جیسی ہی نظر حضرت قطب الاقطاب پر پڑی فوراً سب منصوبے بھول گیا اور پاؤں پر گر کر مرید ہو گیا' آپ نے فرمایا کہ بدرالدین آج کی رات حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو میرے سپرد کیا اور میں نے تجھ کو اپنی مریدی میں قبول کیا۔ مفتاح السعادت میں ہے کہ سعدالدین جو کہ بھانجا سلطان شمس الدین کا تھا اور آخر میں سعدالدین تنبولی کے نام سے مشہور ہوا اس کی حکایت یوں ہے کہ سعدالدین خدمت حضرت قطب الاقطاب میں حاضر ہو کر خواہشمند ہوا کہ مجھکو مرید کر لیجئے آپ نے فرمایا کہ ابھی تجھ میں یہ استعداد نہیں ہے کہ تو فقیروں کی خدمت میں حاضر رہ کر بھی دنیا سے محبّت رکھتا اور مال و زر جمع کرتا ہے۔ اُس نے یہ سُن کر سب مال و متاع اپنا راہِ خدا میں صرف کر دیا اور تارک دنیا ہو کر خدمتِ حضرت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ نے قاضی حمیدالدین کو حکم دیا کہ اس مرد تارکِ دنیا کو بیعت کر لو چنانچہ وہ آپ کا حکم بجالائے اور سعدالدین حضرت کی خدمت میں رہنے لگے ایک مرتبہ سلطان شمس الدین کو خیال ہوا کہ چل کر شیخ کو آزمایا جائے۔ چنانچہ بہت بھوک کی حالت میں حاضر ہو کر کھانے کا ملتجی ہوا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر گرما گرم کاک اس کے روبرو رکھدئے اور کہا کہ کھاؤ وہ یہ کرامت دیکھ کر متحیر ہوا اور عرض کیا کہ بغیر سالن کے کیسے کھاؤں آپ نے قاضی حمیدالدینؒ کی جانب اشارہ کیا انھوں نے تھوڑی گیلی مٹی آپ کے جائے وضو سے اُٹھا کر اُس کاگ پر رکھدی وہ فوراً حلوے کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ بادشاہ کو یہ دیکھ کر حیرت پر حیرت ہوئی پھر اپنے بھانجے سعدالدین کی طرف متوجہ ہوا اور بولا تو نے بھی فقیروں میں رہ کر کچھ کمال حاصل کیا ہے یا اب تک کورا ہی رہا ہے آپ نے سعدالدین کی طرف دیکھا انھوں نے فوراً ہی اپنی بغل سے پان کی گلوریاں تازی لگی ہوئی نکال کر بادشاہ کے نذر کیں' سلطان نے اپنے بھانجے کی یہ کرامت دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اور اس کو حضرت کا عقیدہ اور بڑھ گیا۔ اور عرض کیا کہ

میں اکیلے یہ نعمت کیونکر کھاؤں گا میرے ہمراہی سپاہی بھی بھوکے ہیں۔ قاضی حمید الدینؒ اور سعد الدین اُٹھے اور تمام سپاہیوں کو کاک حلوا اور پان تقسیم کئے۔ اُس روز سے سعد الدین تنبولی کے لقب سے زبان زد خاص و عام ہوئے اگرچہ سلطان شمس الدین آپ کا مرید و خلیفہ و معتقد تھا اور اُس نے کئی بار آپ کی غربت و تنگدستی و فاقہ کشی کا حال سُن کر گانوں کی معافیات کا پروانہ اور نیز زرنقد بھیجا اور اُس کے قبول میں بہت کچھ اصرار کیا مگر آپ نے کبھی نہ لیا اور یہی فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ میں اگر اُن کے خلاف کروں تو قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوں اور اُن کے روبرو شرمندہ ہوں چنانچہ ایک مرتبہ تین فاقے پیہم آپ پر گزر گئے تھے آپ کے صاحبزادے نے بوجہ کم سنی کے کسی پر اُس کو ظاہر کر دیا اُس نے کھانا تیار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجا اور لکھا کہ اس نیازمند کو معلوم نہ تھا کہ حضور کے یہاں تین روز سے فاقہ ہے ورنہ پہلے ہی روز طعام حاضر کرتا اُمید کہ حضور معاف فرمائیں گے آپ نے اُس کی یہ تحریر دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اُس کی گردن توڑیں جس نے میرا یہ راز فاش کیا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی گھر میں آپ کے صاحبزادے کوٹھے سے گر پڑے اور اُن کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ آپ جب گھر میں تشریف لائے اور صاحبزادے کا یہ حال اور بیوی کو روتے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے کیا خبر تھی ورنہ ایسی دعا نہ کرتا۔

آپ ہمیشہ سکر و شوق کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے انتقال کی بابت سب کتابوں میں یہ روایت تحریر ہے کہ دسویں ربیع الاول کو حضرت شیخ علی سنجریؒ کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی اور حضرت قطب الاقطاب تشریف فرما تھے ناگاہ قوال نے غزل احمد جام کی شروع کی اور اس بیت پر کہ ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حضرت پر حالت طاری ہوئی۔ اور بے ہوشی کی حالت نزاع کو پہونچ گئی قاضی حمید الدین وغیرہ آپ کو اُسی حالت میں مکان پر اُٹھا لائے قوال بھی ساتھ آئے جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو پھر آپ نے اُسی شعر کے گانے کا اشارہ فرمایا قوال نے پھر وہ بیت شروع کی اب تو یہ کیفیت ہوئی کہ مصرعۂ اولی سُنکر بالکل بے دم اور مصرعۂ ثانی پر پھر زندہ ہو جاتے تھے۔ الغرض تین شبانہ روز یہی حالت رہی صرف نماز پنجگانہ کے وقت آپ ہوش میں آتے اور بعد ادائے نماز پھر اسی بیت کی تکرار کا امر فرماتے اور پھر اُسی حالت میں ہو جاتے۔ اور منہ سے آہ نکالنا چاہتے تو قاضی حمید الدین آپ کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھدیتے اور کہتے کیا غضب کرتے ہو کیا آسمان و زمین کو پھونک دوگے خدا کے واسطے ضبط کرو اور اپنی حالت کو سنبھالو۔ مگر آپ کی وہی حالت رہی تین روز کے بعد ایک طبیب حاذق نے حاضر ہو کر نبض دیکھی تو کہا کہ ان کی نبض تو شعلہ بار ہے جو آتش عشق کے بھڑک اُٹھنے کا اظہار ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب قوالوں کو منع کیا جائے ورنہ ان کی جان کی خیر نہیں اور ان کے مرنے میں اب کچھ دیر نہیں اور حالت یہ تھی کہ جب حضرت کو اس بیت پر تکلیف ہوتی تو قوالوں کو بھی تکلیف ہوتی۔ آخر لوگوں نے قوالوں کو مصرعہ ثانی گانے سے روکا اور آپ نے مولانا بدر الدینؒ غزنوی و قاضی حمید الدینؒ کی گود میں اس جہان فانی سے قرب رحمانی کی جانب انتقال فرمایا۔ میر حسن دہلوی نے اس زمین میں جو غزل لکھی ہے اس میں اسی آپ کے واقعہ کی خبر دی ہے وہو ہذا ؎

جان بریں یک بیت دادہ است آن بزرگ
آرے ایں گوہر زکانے دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

مولانا بدر الدینؒ کہتے ہیں کہ وقت آخر جبکہ حضرت کے پاؤں میری گود میں

اور سر مبارک قاضی حمید الدینؒ کی گود میں تھا۔ مجھ کو کچھ یوں ہی سی غنودگی آگئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کی روح مبارک آسمان کی طرف پرواز کرتی ہوئی مجھ سے کہہ رہی ہے کہ اے بدر الدینؒ دیکھ مردانِ خدا مرتے نہیں ہیں اور یوں واصل الی الحق ہوتے ہیں۔ آنکھ کھول کر جو دیکھا تو حضرت کو مُردہ پایا۔ ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ میں آپ کا وصال ہوا، شہر میں ایک کہرام مچ گیا اطراف و جوانب کی خلق اللہ بجماعت کثیر جمع ہوئی۔ سلطان شمس الدین التمشؒ بھی میّت پر حاضر ہوا، خواجہ ابو سعیدؒ نے بلند آواز سے فرمایا کہ حضرت کی وصیت ہے کہ میرے جنازے کی نماز وہ پڑھائے جس نے باوجود ثروت کبھی حرام نہ کیا ہو۔ اور عصر کی سُنّت اور تکبیر تحریمہ اُس سے کبھی ترک نہ ہوئی ہو۔ تمام حاضرین آپ کی یہ وصیّت سُنکر حیرت میں پڑے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا سلطان شمس الدین التمشؒ بھی ایک طرف خاموش کھڑا تھا جب کسی کو یہ وصیّت سن کر پیش قدمی کی جرأت نہ ہوئی تو آخر کار سلطان التمشؒ آگے بڑھا اور بولا کہ میں اپنا راز افشا کرنا نہیں چاہتا تھا مگر حضرت کے حکم سے چارہ نہیں آخر سلطان نے امامت کی اور تین طرف اولیاء اللہ کی جماعت کھڑی ہوئی ایک طرف کو خالی رکھا اور بعد نماز آپ کو مدفون کیا۔

نقل ہے کہ جب آپ کا جسد مُبارک قبر میں رکھا گیا تو ایک فرشتہ غیب سے پیدا ہوا اور اُس نے باری تعالیٰ عزاسمہٗ کا سلام آپ کو پہونچا کر ایک کاغذ سبز آپ کے ہاتھوں میں دیا اس میں لکھا تھا کہ اے دوست میں تجھ سے راضی ہوں تو بھی مجھ سے راضی ہو میں نے تیری برکت سے عذاب قبور تمام دُنیا کے مُردوں سے اُٹھا لیا۔ اللہ اکبر ان حضرات کا کیا مرتبہ تھا۔ غافل آنکھیں کھول اور حالات اولیاء اللہ کو دل میں تول تو تجھے معلوم ہوگا ؎

بحر یست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست

تحصیل عشق ورندی آساں نمود اوّل
جانم بسوخت آخر درطے ایں منازل

قطعہ تاریخ وفات

فیض بخش جہاں بصدق و یقیں
قطب آفاق خواجہ قطب الدیں
عقل تاریخ عقل آں محمود
آب جنّت بقطب دیں فرمود

روضۂ مقبلہ آپ کا مہرولی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

دلیل العارفین میں آپ سے منقول ہے کہ میری آخری حاضری خدمت خواجہ غریب نوازؒ میں وہ تھی جبکہ تمام درویش اور مرید حاضر خدمت تھے، اور اُس وقت موت کی بابت گفتگو ہو رہی تھی، خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ اگر موت نہ ہوتی تو زندگی دنیا کی کوڑی بھر بھی وقعت نہ رکھتی، لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر ہے آپ نے فرمایا الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب موت ایک پُل ہے کہ دوست کو دوست تک پہونچنے میں راہ فراغ کر دیتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ دوستی یہ ہے کہ اُس کو دل سے فراموش نہ کرے اور زبان سے ہر وقت اُس کا نام رٹتا رہے اور سب باتیں دل سے اپنے دور کر دے۔ عارف بمنزلہ آفتاب کے ہے کہ تمام عالم پر چمکتا ہے اور عارف ہی کی روشنی سے عالم میں روشنی ہے ورنہ یہ جہان تیرہ و تاریک ہوتا اس کے بعد حضرت روئے اور فرمایا کہ میں تو اجمیر ہی میں دفن ہوں گا مگر تجھ کو دہلی میں مقرر کرتا ہوں۔ اُس کے بعد شیخ علی سنجری کو حکم فرمایا کہ دہلی جانے کے لئے فرمان لکھیں اور فرمایا کہ خلافت اور سجّادہ قطب الدین بختیار اوشی کو ہم نے دیا۔ اور دہلی اُس کا مقام مقرر کیا جب وہ فرمان تیار ہو گیا تو لکھ کر میرے ہاتھ میں دیا اور دہلی رخصت کیا۔ ابھی دہلی

آئے چالیسؒ روز مجھے نہیں گزرے تھے کہ قاصد آیا اور خبر لایا کہ تمہارے آنے کے بیسؒ روز بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس جہان سے انتقال فرمایا۔

بالکل یہی واقعہ آپ کا بابا فرید شکر گنجؒ کے ساتھ ہوا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ کے انتقال کے وقت وہ بھی وہاں موجود نہ تھے اور خرقہ خلافت وغیرہ دے کر آپ نے اُن کو رخصت فرما دیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر شیخ المشائخ

حضرتِ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنیؒ

آپ خواجگان چشت میں بڑے پائے اور مرتبے کے درویش گزرے ہیں آپ نے بہت عمر ریاضت و مجاہدے اور فقر و تجرد میں گزاری اور کشف و کرامت میں آپ ایک آیۃ اللہ ذوق و محبت میں عالیجاہ تھے۔ بہت دنوں تک آپ نے اپنے کو خلق اللہ سے پوشیدہ رکھا، اور شہروں شہروں پھرتے رہے۔ حقیقتاً آپ اسم بامسمیٰ فرید اعیان اولیاء اور ارکان اتقیا اور عظمار اصفیا رتھے۔ اگرچہ آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا تھا مگر فیض حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے بھی حاصل کیا چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لاکر حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ٹھہرے تو حضرت قطب الاقطاب نے اپنے تمام خلفاء کو خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا خواجہ غریب نواز نے ہر شخص کو اُس کے ظرف کے قابل نعمت عطا فرمائی بعد اس کے پوچھا کہ بابا قطب الدین کیا کوئی خلیفہ اور مرید تمہارا باقی رہ گیا ہے قطب الاقطاب نے عرض کیا ہاں حضور ایک فقیر مسعود نام چلّے میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ نہیں حاضر ہو سکا خواجہ غریب نوار علیہ رحمۃ خود اُٹھے اور حضرت قطب الاقطاب کو ساتھ لے کر بابا فرید علیہ الرحمۃ

کے حجرے میں گئے۔ سچ کہا ہے ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

بابا فرید علیہ الرحمۃ ضعف و نقاہت کی وجہ سے تعظیم کو کھڑے نہ ہو سکے باچشم تر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے قدموں پر گر پڑے حضرت خواجہ نے از راہ شفقت آپ کا سر اُٹھا کر سینے سے لگایا اور حضرت خواجہ قطب الاقطاب سے فرمایا کہ بابا بختیار اس جوان کو کب تک اس ریاضت و چلہ کشی میں رکھو گے جو کچھ دینا ہے دید و بخشش کرو۔ قطب الاقطاب نے عرض کیا کہ میری کیا تاب و طاقت ہے کہ حضرت کے روبرو بخشش کرسکوں آپ کی نظر ہو جانا کافی ہے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ اس کا تعلق تو تم سے ہے تمہیں سے جو کچھ یہ پائے گا وہ پائے گا پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے بارگاہ رب العزت میں بابا فریدؒ کے حق میں دعائیں کیں حضرت قطب الاقطاب نے بھی آپ کی متابعت کی، بعدہٗ اسم اعظم جو کہ سینہ بسینہ چلا آتا تھا بابا فریدؒ کو تلقین فرمایا اور زبان مبارک پر یہ کلمہ آیا کہ بابا بختیار فرید شمع ہے اس کی وجہ سے درویشوں کے خاندان میں روشنی ہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا کہ بابا بختیار تو نے بڑا شہباز پھانسا ہے یہ وہ فرید دہر و وحید عصر ہے جس کی وجہ سے خاندان چشت روشن ہوگا مؤلف سیر الاولیاء نے ان اشعار میں جو کہ بابا فرید کی شان میں کہے ہیں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

بخشش کونین از شیخین شد در باب تو
بادشاہی یافتی زین بادشاہان جہاں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم مر ترا
عالمے کن گشتہ اقطاعی تو اے شاہ جہاں

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ ولی

کابل تک اور سترہ (۱۷) واسطوں سے سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ تک اور تینتیس (۳۳) واسطوں
سے حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے' آپ کے والد
ماجد کا نام جمال الدین سلیمان تھا جو کہ محمود غزنوی کی بہن کے لڑکے تھے
وہ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں لاہور تشریف لائے اور کچھ دنوں شہر
قصور میں جو مضافات لاہور میں سے ہے تشریف فرما رہے پھر شاہ ہند کے حکم
سے ملتان گئے اور وہاں ملا وجیہ الدین کی صاحبزادی قرسم خاتون سے نکاح کیا جن
کے بطن سے حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵۸۴ھ
میں قصبہ کھوتوال میں ہوئی جو مضافات ملتان میں ایک قصبہ ہے لیکن آپ نے
نشوونما خاص ملتان ہی میں حاصل کی' آپ کے کشف و کرامات کا اظہار اُسی وقت
سے ہونے لگا جب آپ شکم مادر میں تھے چنانچہ سیر السالکین میں ہے کہ ایک مرتبہ
انتیس (۲۹) شعبان کو آسمان پر ابر غلیظ محیط تھا مسلمانان شہر آپ کے والد ماجد کی خدمت
میں جو کہ قاضی شہر تھے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ چاند تو نظر نہیں آیا اور آج انتیس (۲۹)
تاریخ ہے اب ہم لوگ کل روزہ رکھیں یا نہ رکھیں قاضی صاحب نے فرمایا کہ یوم الشک
میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اس لئے روزہ کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے اُس وقت
میں وہاں ایک بزرگ قیام پذیر تھے اور لوگ اُن پر ابدال ہونے کا گمان رکھتے
تھے سب لوگ اُن کی خدمت میں اس مسئلہ کے دریافت کے لئے حاضر ہوئے
اُن بزرگ نے فرمایا کہ واہ جی واہ! "ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں"۔ آج
رات کو قاضی صاحب کے گھر جو بچہ پیدا ہوگا وہ قطب ہے پس اگر وہ کل دودھ
پئے تو جاننا کہ چاند نہیں ہوا اور اگر نہ پئے تو سمجھ لینا کہ آج رمضان ہے پس
یہی ہوا کہ اُسی رات کو آپ کی ولادت ہوئی اور صبح کو آپ نے دودھ نہیں پیا تمام
شہر نے یہ حال معلوم کر کے روزہ رکھا۔ جب وقت افطار کا آیا تو آپ نے دودھ
پیا اور پورے ماہ رمضان کے روز دن بھر آپ کی یہی صورت رہی کہ دن بھر دودھ
نہ پیتے اور وقت افطار نوش فرماتے۔ جب آپ اپنی مادر مشفقہ کے بطن میں تھے

توآپ کی والدہ ماجدہ کو ایک روز بیروں کی طرف رغبت ہوئی۔ پڑوس میں ایک ہمسایہ کے ہاں بیری کا درخت تھا انھوں نے بلا اجازت مالک کے دو چار بیر اُس درخت سے توڑ کر کھانا چاہے آپ نے پیٹ کے اندر ایسی بیقراری کی کہ وہ بیر اُن کے ہاتھ سے گر پڑے اور درد شکم کی وجہ سے وہ بیتاب ہو کر گھر لوٹ آئیں جب سن تمیز کو پہونچے تو ایک بار آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا کہ میں نے تمہارے حمل میں کبھی کسی مشکوک شے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا آپ نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ بلا اجازت مالک کے بیری کے بیر کھانا چاہتی تھیں میں نے بیقراری کر کے اس سے آپ کو بچایا یاد کر لیجئے۔ وہ یہ سُن کر بہت متعجب ہوئیں کہ میں نے اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا تھا اسے کیسے معلوم ہوا اور یہ پسر کہتا بالکل سچ ہے۔ یقینی یہ کوئی ولی اللہ ہے جب تو میرے اس راز سے آگاہ ہے۔

نقل ہے کہ جب آپ مکتب میں بیٹھے تو تھوڑے ہی دنوں میں قرآن کو حفظ کر کے تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے پھر ملتان میں مولانا منہاج الدین کی مسجد میں پڑھنے کو بیٹھے اور کتاب نافع شروع کی اُسی زمانہ میں جب کہ خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لائے تو اتفاقاً آپ کا اُس مسجد میں بھی گذر ہوا اور بابا فرید کو دیکھ کر آپ نے دریافت کیا کہ اے صاحبزادے تم کیا پڑھتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ "نافع" حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا انشاء اللہ "نافع خواہد شد" یعنے خدا نے چاہا تو تم کو اس سے نفع ہو گا۔ یہ بات کچھ بابا فریدؒ کے دل میں ایسی لگی کہ آپ اسی وقت حضرت قطب الاقطاب کے مرید ہو گئے اور چلتے وقت آپ کے ساتھ دہلی جانے لگے، حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو ابھی یہیں رہ کر علوم ظاہری کی تکمیل کرو اور اس میں ہمہ تن مشغول رہو۔ اس سے فراغت کر کے میرے پاس آنا کیونکہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہے اُس پر مسلط شیطان بے ایمان ہے۔ بعدہٗ بابا فریدؒ ملتان سے تحصیل علم کی طلب میں قندھار گئے پھر بعد تحصیل علم بغداد پہونچے اور شیخ

شہاب الدین سہروردی و سیف الدین باخرزی و سعدالدین حموی و بہاء الدین حموی و شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ اوحدالدین کرمانی و شیخ فرید الدین نیشاپوری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے سے بزرگوں کی خدمت سے مستفید و مستفیض ہوتے ہوئے دہلی میں اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الاقطاب کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ نے آپ کے لئے علیحدہ ایک حجرہ عبادت کے لئے مقرر کیا اور چلّہ کشی کا حکم دیا۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ جب بابا فریدؒ نے مجاہدہ نفس کرنا چاہا تو اپنے پیر حضرت قطب الاقطاب سے اس بارہ میں دریافت کیا' قطب الاقطاب نے فرمایا کہ طے کے روزے رکھو دن رات کو کچھ نہ کھاؤ آپ نے ایسا ہی کیا اور تین شبانہ روز کچھ نہ کھایا' تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ شخص مردان غیب میں سے ہے اور یہ روٹیاں عطیۂ خداوندی ہیں اُس سے افطار کیا لیکن آپ کے معدے نے اُس کو قبول نہ کیا اور وہ سب کھایا ہوا قے کے ذریعے سے نکل گیا۔ یہ واقعہ آپ نے خدمت حضرت خواجہ قطب الاقطاب میں عرض کیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ افسوس اے مسعود تو نے تین روز کے بعد روزہ افطار بھی کیا تو شراب فروش کے گھر کے کھانے سے وہ تو خیر ہوئی کہ عنایت الٰہی تیرے آڑے آگئی اور وہ کھانا تجھکو ہضم نہیں ہوا۔ جا اب تین روز پھر سے طے کا روزہ رکھ اور جو کچھ غیب سے تیرے ہاتھ آئے اُس سے افطار کر' چنانچہ آپ نے پھر تین شبانہ روز کچھ نہ کھایا جب تیسرے روز افطار کا وقت آیا تو کچھ بھی کھانے کو نہ پایا' اب تو آپ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو گئے کیونکہ چھٹے دن رات پورے بغیر کھائے گزر چکے تھے' جب پہر رات گزری تو آپ نے اضطرابی اور بیتابی کی حالت میں ہر طرف زمین پر ہاتھ مارنا شروع کیا اور کچھ کنکریاں اُٹھا کر منہ میں ڈالیں خدا کی قدرت سے وہ شکر کی ڈلیاں ہو گئیں' جب آپ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو اس ڈر سے کہ کہیں یہ بھی کرشمہ شیطانی نہ ہو اُس کو فوراً تھوک دیا اور

ذکر الٰہی شروع کیا۔ یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ اب تو ضعف سے آپ کی بُری حالت ہوئی پھر چند کنکریاں زمین سے اُٹھا کر منہ میں ڈالیں وہ بھی شکر بن گئیں اسی طرح تین بار کیا۔ جب تینوں مرتبہ یہ کرامت مشاہدے میں آئی تو آپ نے دل میں یہ بات ٹھہرائی کہ ضرور یہ انعام الٰہی ہے اور خطرۂ شیطانی نہیں ہے۔ وہ رازق ہر کہین و مہین خاک کو چاہے تو شکر بنا دے پھر آپ نے بخاطر جمع اُس سے افطار فرمایا اور صبح کو حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ہر کہ از غیب است بے عیب است حالا گنج شکر شدی و انعام الٰہی یافتی کہ رب العزت بپاس خاطر تو خاک را شکر کرد۔ ہمچو شیریں شکر خواہد بود۔ یعنے غیب سے جو عنایت ہو وہ بے عیب ہے۔ مبارک ہو اب تو گنج شکر ہوا۔ اور انعام آلٰہی ملا کہ تیری خاطر سے خدا نے خاک کو شکر کر دیا۔ تو شکر کی طرح ہر ایک کے حق میں میٹھا ہوگا۔ اس روز سے آپ کا لقب گنج شکر مشہور ہو گیا۔

سیر العارفین میں ہے کہ ایک روز بابا فرید حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ضعف کی وجہ سے لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑے جس سے کچھ مٹی آپ کے منہ میں چلی گئی اور وہ شکر ہو گئی۔ اُس روز سے آپ کو گنج شکر کہنے لگے۔ اور ایک روایت یوں بھی مشہور ہے کہ ایک سوداگر اپنے گدھوں پر شکر لادے بابا فرید کے پاس سے گزرا آپ نے اُس سوداگر سے تھوڑی سی شکر مانگی اُس سوداگر نے کہا ان میں شکر نہیں ہے بلکہ نمک ہے۔ آپ نے فرمایا خیر نمک ہی ہوگا۔ اُس نے اپنے مقام پر آکر جب اپنی شکر کی بوریوں کو کھولا تو ان سب میں نمک ہی نمک پایا یہ دیکھ کر وہ دوڑا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ للہ دعا کیجئے کہ یہ نمک شکر ہو جائے آپ نے دعا کی وہ سب نمک شکر ہو گیا۔ وہ سوداگر آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کا معتقد ہو گیا بیرم خاں خان خاناں باوجود اکبر بادشاہ کے اتالیق ہونے کے بابا فرید کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ اپنے کلام بلاغت نظام میں انھوں نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔ رُباعی۔

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید

کز گنج شکر کان نمک کرد پدید

در کان نمک کرد نظر گشت شکر

شیریں تر از این کرامتی کس نشنید

بعض کتب میں لکھا ہے کہ آپ کو صغر سنی سے مصری سے بہت رغبت تھی آپ کی والدہ ماجدہ نماز پڑھتے وقت مصری کی ڈلیاں اپنے مصلّے کے نیچے رکھ لیا کرتی تھیں اور سلام پھیرنے کے بعد آپ کو مصری کا زیر مصلّے ہونا اشارے سے بتا دیتی تھیں ایک روز اتفاقاً وہ مصری کی ڈلیاں رکھنا بھول گئیں۔ آپ نے حسب عادت جو مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈالا تو موافق دستور مصری کی ڈلیوں کو پایا پھر آپ نے اپنی والدہ سے فرمایا کہ تم تو آج مصری کی ڈلیاں رکھنا بھول گئیں لیکن میرے پروردگار نے مجھے عنایت فرمادیں انھوں نے یہ سنکر آپ کو دعا دی اور فرمایا کہ خدائے تعالےٰ تجھکو ضائع نہ کرے گا اور انشاء اللہ تو مصری کی طرح شیریں رہے گا اس وجہ سے آپ کا لقب گنج شکر مشہور ہوا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت سے سات سو برس پہلے اکثر اہل اللہ و مشائخ نے آپ کی خبر دی تھی کہ ایک شیخ کامل پیدا ہوگا جو گنج شکر کے لقب سے ملقب اور فقیر زبردست ہوگا اُس کے ذریعے سے ہزاروں مقربان پروردگار اور اُس کے مرید و خلفاء قطب روزگار ہوں گے۔ ایک نقل یہ ہے کہ ایک بار آپ اُس زمانے میں جبکہ جنگلوں میں رات دن سیاحت کرتے رہتے اور صرف درخت کے پتّے کھا کھا کر جیتے تھے۔ پیاس سے بیتاب ہو کے ایک کنوئیں پر تشریف لے گئے اور ڈول رسّی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ہرنوں کی ایک ڈار آئی اور کنوئیں نے خود بخود اُبل کر ان کی پیاس بجھائی آپ نے بھی کنوئیں کو جوش مارتے دیکھ کر چاہا کہ میں سیراب ہوں تاکہ تشنگی کے عذاب سے چھوٹوں لیکن جب آپ نے قصد کیا تو پانی سمٹ کر کنوئیں کے اندر چلا گیا

اس وقت آپ نے باچشم تر بارگاہ رب تعالےٰ میں عرض کیا کہ اے باری تعالےٰ کیا میں جو کہ تیری آتش عشق سے پھنک رہا ہوں ان ہرنوں سے بھی بدتر ہوں، جن کو تو نے اپنی قدرت سے پانی پلایا اور مجھکو پیاسا ہی رکھا۔ ندائے غیبی آئی کہ اے فرید تیری نظر ڈول رسّی پر تھی اور ہرنوں کی نظر صرف ہماری رحمت کی طرف، اس وجہ سے اُن کا مدعا پورا ہوا اور تو پیاسا رہا۔ حق تو یہ ہے کہ ؎

اندریں رہ اُنچہ می آید بدست
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

اس عتاب وخطاب کا مزہ وہی جانتا ہے جس نے عشق آلٰہی میں جانکاہی کی ہے اور دنیا واسباب دنیا سے یک لخت آنکھ پھیرلی ہے یہ ناز معشوقانہ ہے دنیا دار اس سے بیگانہ ہے کیونکہ ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا در سر خورند

الغرض اس ندائے غیبی نے آپ پر ایسا اثر کیا کہ چالیس روز اس کنویں میں اُلٹے لٹکے رہے اور نفس کو ایک قطرہ پانی نہ دیا پھر بعد گزرنے ایک چلّہ کے قدرے خاک منہ میں ڈال کر افطار کیا اللہ تعالےٰ نے اس خاک کو آپ کے حق میں شکر بنا دیا آپ نے اُس کو تھوکنا چاہا تو آواز غیبی آئی کہ اے فرید تو نے اپنی مراد پائی ہم نے تیرا چلّہ قبول کیا اور تجھ کو گنج شکر خطاب دیا۔ نقل ہے کہ آپ نے جب اس چلّہ میں یہ کچھ مزا پایا تو ذوق وشوق چلّہ کشی اور بڑھ گیا ایک روز آپ نے حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور چلّہ کشی کو جی چاہتا ہے خواجہؒ نے فرمایا کہ فرید اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ باتیں شہرت فی الخلق کا باعث ہوتی ہیں اور فقیروں کو خلق اللہ کی نظر میں ذلیل وخوار ہی رہنا اچھا ہے۔ آپ کو اپنے مرشد کی زبان مبارک سے یہ سنکر پشیمانی ہوئی کہ میں نے حضرت سے کیوں ایسی درخواست کی آخر حضرت قطب الاقطابؒ

نے اپنے کشف سے آپ کے دلی منشار کو معلوم کر کے کہا کہ اچھا ایک چلّہ معکوس اور کر مگر ایسی مسجد میں جہاں سوائے مؤذن کے دوسرا شخص نہ ہو، اور مؤذن بھی دیندار و روزہ دار ہو اور بعد نماز عشار وہ مسجد بالکل خالی رہتی ہو اور اس میں ایک کنواں اور کنویں پر درخت ہو اس جگہ تو کنویں میں اُلٹا لٹک کر ذکر آلٰہی میں مشغول ہو کیا عجب ہے کہ تیرا یہ چلّہ پورا ہو کر بارگاہِ آلٰہ میں قبول ہو آپ حسب ارشاد اپنے مرشد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایسی مسجد کی تلاش میں دہلی کے اطراف و نواح میں پھرے مگر جب وہاں کوئی ایسی مسجد نہ نظر آئی تو آپ قصبہ بقصبہ دیہ بدیہ اس جستجو میں ایک عرصہ تک پھر پھرا کر ہانسی آئے اور وہاں اس صفت کی مسجد پائی، خواجہ رشید الدین ہانسوی اس مسجد کے مؤذن تھے آپ نے اُن سے یہ بات فرمائی کہ اگر تم میرے راز کو خلق اللہ پر نہ افشا کرو اور رازداری سے پیش آؤ تو میں اس مسجد میں قیام کروں اور ایک چلّہ تمام کروں۔ وہ آپ کے بہت معتقد تھے۔ عرض کرنے لگے کہ غلام دل وجان سے ہر خدمت بجالائے گا اور کبھی آپ کا راز زبان پر بھی نہ آئے گا۔ آپ شوق سے یہاں رہکر چلہ کشی کیجئے اور مجھے شرف قرب سے سرفرازی بخشئے چنانچہ پھر یہ صورت ہوئی کہ بعد نماز عشار جب لوگ نماز پڑھکر چلے جاتے تو مؤذن مذا جب آپ کے پاؤں میں رسّی اور رسّی کو درخت میں باندھ کر آپ کو کنویں میں اُلٹا لٹکا دیتے، آپ رات بھر اسی شکل سے یاد محبوب حقیقی میں رہتے۔ علی الصباح قبل اس کے کہ کوئی مسجد میں آئے وہ آپ کو اُس کنویں سے نکال لیتے، دن میں جو وقت آپ کا نماز پنجگانہ کے بعد بچتا وہ مراقبہ کی حالت میں گزرتا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے سہ

سعدیا کنگرۂ عشق بلند است و بلند
تا تو سر پا نہ کنی دست تو آنجا نہ رسد

نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کہتے ہیں سہ

اتّصال دوست آساں نیست از انفصال
انفصال تن زجان و جان زتن خواہد شدن

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر ایسا کیا کرتے تھے کہ اپنے پاؤں میں رسّی باندھکر اُلٹے لٹکتے اور فرماتے کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ملا ہے اور حضورؐ نے بھی نماز معکوس ادا فرمائی ہے چنانچہ بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سنّت کو ادا کیا اور اس طرح ایک چلّہ گزارا۔ نقل ہے کہ جب حضرت قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو قاضی حمید الدینؒ نے دل میں خیال کیا کہ آپ سجّادہ اور خرقہ مجھ کو عطا فرمائیں گے اور مولانا بدر الدینؒ یہ سمجھتے تھے کہ خرقہ اور سجّادہ ہم پائیں گے۔ حضرت قطب الاقطابؒ نے ان دونوں صاحبوں کے خیالات کو کشف سے معلوم کر کے قاضی حمید الدینؒ سے فرمایا کہ بابا یہ عصا و خرقہ و مصلّے اور کھڑاؤں اور نیز دوسرے تبرکات اپنے پیروں کے تمہارے پاس اماناً چھوڑے جاتا ہوں بعد میرے فریدؒ کو دے دینا کہ وہ میرا جانشین اور صاحب تمکین ہے۔ خواجہ کے واصل الی الحق ہونے کے بعد جب بابا صاحب دہلی گئے تو قاضی صاحب نے وہ امانت آپ کے سپرد کی آپ وہاں سے ہانسی آئے اور جب ہانسی میں آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو آپ شہر بہ شہر پھرنے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے لگے آخر کار قصبہ اجودھن میں جو کہ ایک غیر معروف قصبہ تھا اور وہاں کے لوگ نہایت غصّہ ور و ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے آپ نے یہ کہکر قیام فرمایا کہ یہ مقام میرے رہنے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہاں کا ہر ایک شخص اکھڑ اور جاہل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اہل قصبہ سے کسی نے آپ کی طرف رُخ نہ کیا۔ قصبہ کے باہر کریر کے درختوں کا جھنڈ تھا آپ اُس میں باطمینان تمام رہتے اور ذکر الٰہی کرتے اور اکثر اوقات مسجد میں بھی تشریف

لاکر یادِ خدا میں مشغول ہوتے وہاں ایک جوگی صاحبِ استدراج رہتا تھا ہر ایک اہل شہر اُس کو فقیر کامل جانتا اور مانتا تھا آٹھ روز تک وہ بغیر کچھ کھائے پیے جیتا اور آٹھویں روز صرف گائے کا دودھ پیتا تھا جو اہل قصبہ اس کے لئے لیجاتے اور منت و خوشامد کے بعد پلاتے تھے، ایک بات کمال کی اُس میں یہ تھی کہ جتنا بھی دودھ اہل قصبہ لاتے پی جاتا، اُس کے علاوہ تیز زبان و صاحب مقامات بھی تھا حبس دم بھی کرتا تھا چیلے بہت سے رکھتا تھا۔ لیکن خود اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی مسلمان فقیر اہل کمال سے ملے تاکہ جو مقامات کہ باقی رہ گئے ہیں اُن کو بھی طے کرلے۔ جب آپ وہاں قیام پذیر ہوئے اور خلق اللہ آپ کی طرف رجوع ہوئی تو اُس جوگی کو بھی جس کا نام شنبھو ناتھ تھا آپ کی خبر ملی کہ اس قصبے میں ایک فقیر مسلمان آیا ہوا ہے۔ جس کا لوگوں میں بہت شہرہ ہے وہ یہ سُنکر اپنے سینکڑوں چیلوں اور شاگردوں کو ساتھ لے کر اور دل میں یہ ٹھان کر آپ کی طرف چلا کہ اگر وہ فقیر کامل ہوگا تو میرے کان کے دونوں مندرے اُس کے روبرو ٹوٹ کر گر پڑیں گے اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ بیشک وہ کامل ہے ورنہ ناقص اور ناقص فقیروں سے ملنا لاحاصل ہے جب وہ آپ کے سامنے گیا تو آپ نے نورِ باطن سے اُس کے دلی خیال کو معلوم کرلیا اور مُندروں کو دیکھا بس آپ کی نظر کا یہ اثر ہوا کہ دونوں مندرے خود بخود اُس کے کان سے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑے یہ دیکھ کر اُس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اگر یہ مندرے زمین میں گڑ کر ٹہنیاں پیدا کرلائیں تو میں جانوں اور اس فقیر کو مانوں آپ نے اُس کے اِس خطرے سے بھی آگاہ ہو کر وہ دونوں مندرے اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھا کر زمین میں دبا دئے، قدرت خدا سے تھوڑی ہی دیر میں وہ اُگ آئے اور شاخیں لائے، یہ دیکھکر وہ دل میں آپ کا معتقد ہوا، اور عرض کرنے لگا کہ ابھی ایک بات اور باقی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے اُس نے کہا کہ میں چھپتا ہوں اگر آپ مجھکو ڈھونڈھ نکالیں تو پھر اپنا

چیلہ بنالیں یہ کہکر اُس نے زمین پر لیٹ کر چادر اوڑھ لی اور اُس کی رُوح قالب سے پرواز کر کے عالم بالا پر پہونچی لوگوں نے جو چادر اُٹھائی تو اُس کو مُردہ پایا۔ آپ نے اس کا یہ حال دیکھ کر مراقبہ فرمایا۔ اُس جوگی کی روح عالم ملکوت تک جا چکی تھی کہ آپ کی روح مبارک نے اُس کو جا دبایا اور کہا خبردار آگے قدم نہ رکھنا اپنی حد سے نہ گزرنا کیونکہ وہ مقام اہل ایمان ہے اور تو اُس سے انجان ہے یہاں تک بھی تیرا آنا صرف اس وجہ سے ہوا کہ تو اسلام سے محبت رکھتا اور اہل اسلام کی تعظیم کرتا ہے۔ جب اسکی روح اس مقام سے واپس ہوکر قالب میں در آئی تو وہ اُٹھ بیٹھا۔ اِدھر آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اُدھر وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور آپ کا معتقد ہو کر سچے دل سے کلمہ پڑھکر مع اپنے تمام چیلوں کے مسلمان ہو گیا پھر وہ اپنے چیلوں کے ساتھ آپ کا مرید ہو کر چندے آپ کی خدمت میں رہ کر تکمیل علم الٰہی میں مصروف رہا بعدہٗ آپ نے اُس کو ملک سیوستان کا شاہ ولایت بنا کر مع چیلوں کے رخصت کیا اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے وہ جوگی اور اُس کے تمام چیلے اولیاء اللہ ہوئے۔ نقل ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوہ قاف کے درویشوں میں اس بات پر باہم اختلاف ہوا کہ اس وقت دنیا میں قطب ابدال و قطب اکبر ہے یا نہیں بعضے کہتے تھے کہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو کوہ قاف ضرور آتا، بعض کا قول تھا کہ ہر وقت میں ایک قطب اکبر کا ہونا ضروری ہے بس یہ طے پایا کہ دو آدمی جائیں اور تلاش کریں چنانچہ اُن میں سے دو درویش کامل وارد ہندوستان ہوئے اور ہر جگہ قطب ابدال کی تلاش کرنے لگے جہاں جہاں کسی فقیر کامل کا ہونا معلوم ہوا وہاں وہاں گئے اور ہر ایک میں قطبیت کے نشانات کے جویا رہے۔ صفات و نشانات قطب ابدال کے بیان میں اگرچہ بڑا طول ہے۔ لیکن ہم یہاں کچھ مختصر سے نشانات کا تذکرہ کئے دیتے ہیں۔ جان لو کہ اقطاب اُن کو کہتے ہیں کہ جو ولی کو ولایت سے معزول اور اس کی جگہ پر دوسرے کو مقرر کرسکتے ہیں اور قطب ابدال ان سب کا افسر ہوتا اور

قطب اکبر کہلاتا ہے۔ چنانچہ قطب ابدال شیخ احمد عبدالحق ؒ کے ملفوظات میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ سعد اللہ کستوری نے جب شیخ مسعود اولیاء کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور قصبہ اسولی کی طرف رخصت کیا تو فرمایا کہ دیکھو شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ راستے میں پڑیں گے اُن کی عزت سے ہوشیار رہنا۔ شیخ مسعود نے اپنے پیر کا کہنا فراموش کر دیا اور بے ادبی دلے خوفی سے قصبہ ردولی میں قدم رکھا شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی خبر معلوم ہوئی تو انھیں غیرت آئی اور اپنے حجرے سے نکل کر شیخ مسعود پر گرم نگاہ فرمائی۔ آپ کا نظر کرنا تھا کہ شیخ مسعود کی تمام کرامت سلب ہو گئی اور تمام خلقت اُن سے پھر گئی۔ آخر مجبور ہو کر انھوں نے سرِ نیاز خدمت شیخ احمد عبدالحق میں رکھا یہاں تک کہ ایک روز انھوں نے مہربان ہو کر اپنی پگڑی شیخ مسعود کے سر پر رکھ دی۔ اور نظر شفقت کی شیخ مسعودؒ اپنی اصلی حالت پر آ گئے اور پھر اُن کی مرضی سے قصبہ اسولی میں جا کر رہنے لگے۔

الغرض وہ دونوں بزرگ قطب اکبر کی تلاش میں حضرت بابا فرید کا شہرہ سُن کر قصبہ اجودھن میں پہونچے اور آپ سے ملے۔ ظاہری آثار قطبیت تو آپ میں پائے لیکن حالت باطنی نہ جان سکے اُس کی تلاش میں آپ کی خدمت میں رہ پڑے تھوڑے دنوں بعد دو درویش اور پہونچے اور وہ بھی آپ کی خدمت میں رہ گئے اسی طرح دو دو کر کے کل درویش کوہ قاف کے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ سب کے سب یہیں جمع ہو گئے ہیں اور وہ مقام اولیاء اللہ سے خالی ہے تو اُن سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے مقام پر واپس جاؤ۔ اور اُس کو خالی نہ چھوڑو بعدہٗ مقام قطبیت کبریٰ اُن کو معائنہ کرا دیئے۔ اور وہ خوش خوش اپنے مقام کو واپس گئے بابا فرید کا مرتبہ قطبیت وحدت تک پہونچ گیا تھا۔ جو کہ مقام معشوقی ہے اور مرتبہ معشوقی یہ ہے کہ جو کچھ معشوق کہے رب العزت وہی کرے چنانچہ آپ نے اسی قطب وحدت

کے مقام پر پہونچ کر عالم غیب سے یہ ندا سنی کہ اے فرید اس وقت تک تو جو کچھ میں نے حکم کیا تو بجالایا، اب آج سے جو کچھ تو کہے گا وہ میں کروں گا۔ اس حکایت کو شیخ نصرالدین محمود نے خیرالمجالس میں مفصل طور سے بیان فرمایا ہے جس کا جی چاہے اُس میں دیکھ لے۔ اللہ اللہ سبحان اللہ غافل آنکھیں کھول اور دیکھ کہ حق تعالےٰ نے کن کن کو کس مرتبے پر پہونچایا اور کیسے کیسے لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کشادہ فرمایا ؎

سخن عشق چہ گویم کہ زبانم سوزد
گیرد آتش بورق حرف بیانم سوزد
سردہم شوق اگر سرو عیانم سوزد
برق بر خرمن دل افتد و جانم سوزد
در تب و تاب تو بگزار من سوختہ را
دامکن از سر سوزاں کفن سوختہ را

حق ہے جو کچھ کہ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین بداوانیؒ نے آپ کی منقبت میں فرمایا ہے ؎

پیر ما پیر ست مولانا فرید ہمچو او در خلق مولےٰ نا فرید

اوراد غوثیہ اور دوسرے مکاشفات میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیری قدس سرہ سے منقول ہے کہ میں ایک رات میں حاضروقت تھا کہ آواز سنائی دی کہ یہ وقت تیری حاضری اور ماموری کا ہے آجا، میں نے جو سر اُٹھایا تو اپنے آپ کو ایک دریا کے کنارے پایا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دریائے عظیم ہے جس کی ابتدا وانتہا کا خدا ہی علیم ہے اور تمام عالم اُس دریا کے کنارے جمع ہے، اور ایک تخت مرصع نہایت اونچا اُس دریا پر بچھا ہے میں یہ دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہوا۔ یکایک اُس تخت کے روبرو ایک صورت جمالی اور ایک صورت جلالی پیدا ہوئی، پھر یہ نظر آیا کہ ایک شخص نہایت عزّ و وقار سے اُس تخت پر متمکن ہے اور

تمام مخلوق اس دریا میں ساکن ہے کہیں آجا نہیں سکتی ہے مگر چند شخص ہیں جو میرے بھی شناسا معلوم ہوتے ہیں وہ اُس تخت کی جانب بڑھ رہے ہیں ابھی وہ آدھی ہی دُور پہونچے تھے کہ میں نے اُن سے سبقت کی، اور لپک کر تخت کے قریب پہونچ گیا۔ وہاں ایک بزرگ صورت محافظ کھڑے تھے وہ مجھے آگے جانے کو مانع ہوئے اور بولے ٹھہرو آگے قدم نہ بڑھاؤ، تخت کے قریب نہ جاؤ پھر انھوں نے اپنا لباس مجھے دیا اور دو طبق انوار جمال سے اور تین طبق انوار جلال سے میرے سر پر ڈالے جب میں انوار جمال و جلال سے منوّر ہوا تو اور بھی نور طلب کیا، انھوں نے کہا کہ تیرے مقدر میں جو ملنا تھا مل گیا، اب زیادہ کی ہوس نہ کر، میں نے اُن سے کہا کہ آپ اپنا نام نامی تو بتا دیجئے فرمایا مجھکو فریدالدین گنج شکر کہتے ہیں، میں نے اُن کے پاؤں چوم کر عرض کیا کہ اچھا یہ تو بتا دیجئے کہ یہ کون مقام ہے۔ فرمایا یہ دریائے ہستی ہے اس میں ایک خلقت بستی ہے اور یہ تخت رب العزت ہے جو نبی اور ولی اس مقام پر پہونچتا ہے انوار جمال و جلال سے فیض یاب ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہی اکیلے یہاں نگہباں ہیں یا اور بھی فرشتے وانسان ہیں۔ فرمایا میں اکیلا نہیں بلکہ چار شخص اس مقام کے محافظ ہیں۔ ایک خواجہ بایزید بسطامیؒ دوسرے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ تیسرے ذوالنون مصریؒ چوتھا یہ فقیر میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کی تو پیدائش حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئی ہے اس سے پہلے کون اس مقام کی حفاظت کرتا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ حقیقت ہمارے مرتبہ کے متعلق ہے نہ کہ جسم کے اس جسم عنصری کو اس سے کچھ واسطہ نہیں یہ حضرات اس سے پہلے بھی ویسے ہی محافظ تھے جیسے کہ اب ہیں۔ اس حکایت سے حضرت بابا فرید گنج شکر کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو کیا رتبہ عنایت فرمایا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بابا فرید تجھے مبارک ہو کہ حق تعالےٰ نے تیرے مریدوں

اور مُرید کے مُریدوں کو علی التسلسل بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اُن سب پر آتش دوزخ کو حرام کی ہے جو تیرے پیرو ہوں گے کیونکہ مُرید وہی جو پیر کا پیرو ہو بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ خود بابا صاحب پر ایک روز حالت طاری ہوئی جب اس سے افاقہ ہوا تو آپ نے یاروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سب کو خوشخبری ہو اللہ تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو تیرے مُرید اور تیرے مُریدوں کے مرید ہیں میں نے ان سب پر دوزخ کی آگ کو حرام کیا' وہ سب یہ سنکر نہایت خوش ہوئے اور آپ کے قدم چومنے لگے صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ آپ میں اور شیخ بہار الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ میں نہایت دوستی واخلاص تھا اور دونوں ایسے شیروشکر تھے جیسے کہ برادر حقیقی ہوتے ہیں بعض مفسدوں نے چاہا کہ آپ میں اور اُن میں شکر رنجی کرادیں اُس پر اطلاع پاکر شیخ زکریا علیہ الرحمۃ نے آپ کو تحریر کیا کہ ہمارے تمہارے میں عشق بازی ہے دوسرے کی اس میں گنجائش نہیں آپ نے جواب میں لکھا کہ ہم میں تم میں عشق بازی نہیں بلکہ دوستی ہے۔ آپ کا ایک قوال حسن نامی ایک روز عرض پرداز ہوا کہ مجھے حضرت شیخ بہار الدین زکریاؒ کی زیارت کا بہت شوق ہے اگر حضرت حکم دیں تو ملتان جاکر شیخ کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوآؤں آپ نے فرمایا جا مگر خبردار بے ادبی نہ کرنا' ہر وقت ان کے جلال سے ڈرتے رہنا' وہ جو ملتان آکر شیخ کی خانقاہ پر آیا تو یہاں بڑا جاہ وحشم دیکھا کہ مکان عالیشان ہے دروازے پر خدام موجود ہیں جو کسی کو بلا حکم اندر نہیں جانے دیتے اس نے اُن کو اپنا نام بتایا اور انھوں نے جب شیخ سے اذن پایا تو اُس کو اندر جانے دیا وہاں جاکر کیا دیکھتا ہے کہ قاقم ودیبا کا فرش بچھا ہے اور اُس فرش پر ایک پلنگ جڑاؤ نہایت پُرتکلف جو کہ مخمل رومی کے تکیوں سے آراستہ ہے رکھا ہے اُس پلنگ پر نہایت عظمت وشان کے ساتھ حضرت شیخ بہار الدین زکریاؒ رونق افروز ہیں' یہ سامان دیکھ کر اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ فقیر تو بس بابا فرید ہیں' حقیقت میں فقیری تو انھیں کے گھر ہے

جہاں ایک بوریے کے سوا دوسرا بوریا نہیں، یہ کیسی فقیری ہے جس میں تمام دنیا کے سامان تعیش موجود ہیں، سچ تو یہ ہے کہ بابا فرید سے درویش اب مفقود ہیں۔
حضرت شیخ اپنے نور باطن سے اُس کے اس خطرہ کو جان گئے اور بولے کیوں او بے ادب تجھ سے بھائی فرید نے چلتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ خبردار بے ادبی نہ کرنا، تو نے اُن کا کہنا فراموش کر دیا یہ کہہ کر چاہا کہ اُس کو اٹھا کر مکان کے باہر پھینک دیں، لیکن حضرت بابا فرید کا ہاتھ درمیان میں آگیا۔ شیخ نے کئی بار اس کا ارادہ کیا اور ہر بار آپ کا ہاتھ آڑے آیا، اور آواز آئی کہ اے حسن تو نے یہ ہاتھ پہچانا حسن اس آواز کو سنکر خوش ہوگیا، اور بولا قربان اس ہاتھ کے اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں کب کا مر چکا ہوتا۔ ہڈی پسلیوں کا پتہ بھی نہ چلتا یہ دیکھ کر شیخ کو اُس پر رحم آیا اور اس کی بے ادبی کو معاف فرمایا۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپ افطار کم فرماتے تھے خواہ کیسی ہی حالت ہوتی۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ اکثر اوقات آپ شربت سے افطار فرماتے لوگ تھوڑا شربت لاتے اور اُس میں چھوہارے کاٹ کر ڈال لیتے آپ بہت تھوڑا شربت پی کر باقی حاضرین کو عطا فرماتے اور کبھی ثلث کبھی نصف نوش فرماتے بعدہٗ دو روٹیاں چپڑی ہوئی آتیں جس میں سے آپ ایک ٹکڑا کھا کر بقیہ روٹی دوسروں کو دیدیتے یا دوسرے روز کے افطار کے لئے رکھ چھوڑتے، اور آپ کے دسترخوان پر ہر قسم کے کھانے ہوتے لیکن دوسرے لوگ کھاتے آپ اُن کو ہاتھ نہ لگاتے آپ کے پاس ایک کملی تھی جس کو دن کو اُوڑھتے اور رات کو بچھا لیتے تھے چنانچہ اُسی کملی میں آپ نے تمام عمر بسر کی۔
نقل ہے کہ ایک بار آپ کا کُرتہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا اور اس میں پیوند کی بھی گنجائش نہ رہی تھی، ایک شخص آپ کے لئے نیا کرتہ لایا آپ نے اُس کو پہنا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُتار کر شیخ نجیب الدین متوکل کو دیدیا اور پھر وہی پھٹا کُرتہ اپنا پہن لیا اور فرمایا کہ جو لطف وہ ذوق میں اس پھٹے ہوئے کرتے میں

پاتا ہوں وہ اس سے گرتے ہیں نہیں ہے۔ آپ کی غذا اکثر درخت کریر کے پھول ہوتے تھے۔ وہ بھی پیٹ بھر کے نہ ملتے تھے، حالانکہ فتوحات بہت تھیں مگر آپ سب فقیروں کو تقسیم فرما دیتے، چنانچہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ باوجود کثرت آمدنی و نقود کے جو آپ روزانہ فقراء کو تقسیم فرمایا کرتے تھے جس رات کو ہم اپنے شیخ کے ساتھ کریر کے پھول شکم سیر ہو کر کھاتے، اُس روز عید مناتے اور وہ پھول بیکار درخت کے نیچے پڑے رہتے تھے لوگ چُن کر لا دیتے تھے اور جب وہ پھول نہ ہوتے تو آپ زنبیل سے سوکھی روٹی کے ٹکڑے نکالتے خود بھی کھاتے ہمیں بھی کھلاتے ایسا کرتے تھے جب تو اس مرتبے کو پہونچے۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے لئے آپ کے خادم نے ایک دانگ نمک قرض لے کر کھانا تیار کیا اور وقت افطار اُس کو آپ کے روبرو لے گیا آپ نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ بابا شاید اُس کھانے میں تو نے کچھ تصرف بیجا کیا ہے جب تو یہ بو دے رہا ہے۔ مجھے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ نقل ہے کہ جب آپ اپنے کسی پسر کے مرنے کی خبر سنتے تو مراقبہ سے سر اُٹھا کر فرماتے کہ مسعود بندہ کیا کرے خدا ایسا کرے کہ وہ بھی دنیا سے چل بسے۔ اُس وقت اُس کے پیر میں رسّی باندھ کر باہر پھینک دینا۔ آپ کی کرامات و علوِ مرتبت کا کل تذکرہ کرنا مشکل ہے کیونکہ اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش کہاں۔ مرتبۂ ولایت آپ کا بہت اعلیٰ تھا چنانچہ ایک مرتبہ کئی درویش بیت المقدس سے اجودھن آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بغور آپ پر نظر کرنے لگے آپ مراقبے میں تھے پھر اُن درویشوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کو ہر روز بیت المقدس میں جھاڑو دیتے دیکھا ہے اور آپ نے اپنا نام ہم کو فریدالدین گنج شکر بتایا تھا، آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ کیا ہمارے تمہارے یہ عہد نہیں تھا کہ اِس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا تم نے وہ عہد فراموش کر دیا یاد رکھو کہ مردانِ خدا جہاں ہیں وہیں کعبہ ہے اور وہیں بیت المقدس، وہیں عرش ہے وہیں کرسی خدا کی تمام پیدا کی ہوئی چیزیں ہر وقت

ان کے روبرو ہیں مگر اُن کی توجہ صرف خدا ہی کی طرف رہتی ہے، یقین نہیں ہے تو آنکھیں بند کرو اور دیکھ لو' انھوں نے آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر بعد کھول کر کہا واللہ قسم خدا کی ہم نے بیت المقدس کو بچشم خود یہاں دیکھ لیا' اور وہ سب آپ کے مرید ہو گئے۔ راحت القلوب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید شہاب الدین لاہوریؒ اجودھن حاضر ہوا اور پچاس دینار آپ کے روبرو پیش کیے کہ حاکم لاہور نے یہ آپ کو نذرانہ پیش کیا ہے آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ شہاب الدینؒ تو نے خوب برابر کا حصہ ٹھہرایا نصف تو آپ رکھے اور نصف پیش کیے' شہاب الدین سنتے ہی تھرّا گیا اور وہ پچاس دینار بھی جو اُس نے چھپائے تھے آپ کے سامنے دھر دیئے اور ہاتھ جوڑ کر قدموں پر گر پڑا' آپ نے کہا کہ تیری توبہ ٹوٹ گئی پھر سے بیعت اور توبہ کر' آخر اُس نے دوبارہ بیعت و توبہ کی' اور آپ سے خرقۂ خلافت پایا اور بلخ کا شاہ ولایت ہوا۔ حق ہے ؎

میں حقیر گدایان عشق را کاین قوم

شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیٹھے بیٹھے تھک گئے تو عصا ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے ابھی دو قدم چلے تھے کہ آپ نے عصا کو ہاتھ سے پھینک دیا اور آثار تفکر وحیرت و حزن و ملال آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے لگے' حضرت سلطان المشائخ نے اُس حزن و ملال کا سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ میں جو عصا ٹیک کر زمین سے اُٹھا تو عتاب الٰہی ہوا کہ اے فرید تو نے ہمارے ہوتے دوسرے کا کیوں سہارا ڈھونڈھا اسی وجہ سے میں نے عصا کو ہاتھ سے ڈال دیا اور پشیمان ہوں کہ کیوں ایسا کیا۔ اللہ اکبر دیکھنے کے قابل یہ حال ہے کہ ان حضرات کو ذرا ذرا سی بات میں کیسے کیسے عتاب و خطاب ہوتے تھے بقول ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست

کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

نقل ہے کہ ایک دن شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے شیخ جمال ہانسویؒ کو جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے آپ سے طلب کیا آپ نے جواباً تحریر کیا کہ برادر کوئی اپنا جمال بھی کسی کو دیتا ہے شیخ یہ جواب پاکر خاموش تو ہو گئے لیکن شیخ جمال کے دل کو اپنی جانب کھینچنے لگے یہاں تک کہ ایک روز شیخ جمال نے آپ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت پاؤں تو ملتان جاکر حضرت شیخ بہاء الدینؒ کی زیارت کرآؤں آپ نے کچھ جواب نہ دیا، چونکہ اُن کے دل میں شوقِ زیارت روزانہ بڑھ رہا تھا تھوڑے دنوں بعد پھر عرض کیا کہ یا حضرت شیخ بہاء الدینؒ کی خدمت میں جانے کو بہت جی چاہتا ہے اگر اجازت پاتا تو کچھ دنوں اُن کی خدمت میں بھی رہ آتا، پھر بھی آپ نے کچھ جواب نہ دیا جب تیسری بار پھر شیخ جمال نے اصرار کیا تو آپ نے تُرش رو ہو کر فرمایا کہ جا تجھ کو اپنا اختیار ہے مجھ سے اجازت طلب کرنا بیکار ہے اُسی وقت شیخ جمال کی تمام نعمتیں اور کرامتیں سلب ہو گئیں، یہ آپ کی خدمت سے جدا ہو کر دیوانہ وار جنگل جنگل پریشان پھرنے لگے اور بے انتہا نحیف و ضعیف ہو گئے رات دن روتے اور اپنی اس گستاخی پر شرمندہ ہوتے یہاں کُل اہل خانقاہ کو آپ کا حکم تھا کہ کوئی شخص شیخ جمال کا کوئی تذکرہ زبان پر نہ لائے، نہ کسی کی زبان پر اُس کا نام آئے، حاضرین خانقاہ دم بخود تھے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، آخر کار ایک عرصہ کے بعد ایک سوداگر عالم نام جو آپ کا مرید تھا شیخ جمال سے ملا اور اُن کا حال دیکھ کر اُس نے بہت افسوس کیا، اور کہا کہ اطمینان رکھو تمہارا حال کسی موقع پر حضرت کی خدمت میں عرض کروں گا، پھر آپ کی خدمت میں پہونچکر جمال کی سفارش کی اور اُن کا حال زار بیان کیا آپ کو رحم آیا اور فرمایا کہ اے عالم یہ رباعی اُس کو لکھ دے، انھوں نے آپ کا حکم پاکر یہ رباعی لکھ کر ایک فقیر کے ہاتھ شیخ جمال کو بھیج دی، رباعی

رو گرد جہاں بگرد آبلہ کن　　　گر ہیچو منی یابی مارا یلہ کن

یک صبح با خلاص بیا بردر ما　　گر کار تو بر نیار دانگہ گلہ کن

شیخ جمال یہ تحریر پاکر پھولے نہ سمائے فوراً آپ کی خدمت میں لوٹ آئے زمین خدمت چومی اور گریہ وزاری کی آپ نے اُن پر شفقت فرمائی اور ارشاد کیا کہ میرا جمال قطب عالم ہے' شیخ جمال ہانسوی اُسی وقت اپنی حالتِ اصلی پر آگئے اور سلب شدہ نعمت پاگئے' پھر قطب عالم کے خطاب سے سرفراز اور نعمت ہائے گوناگوں سے ممتاز ہوئے۔

صاحب سیر المشائخ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان خوبصورت بارادہ بیعت اجودھن چلا۔ راہ میں ایک عورت فاحشہ ملی اور اُس نے اسے پھانسنا چاہا' شام کو سرائے میں ایک جگہ دونوں نے قیام کیا۔ اور اُس عورت نے اُس جوان کو رام کیا۔ قریب تھا کہ یہ گناہ میں مبتلا ہو کہ یکایک ایک شخص پیدا ہوا اور اُس نے اس جوان کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ او بے ادب کیا کرتا ہے مرید ہونے کے لئے شیخ کے پاس جاتا ہے اور اپنے آپ کو زنا کار بناتا ہے وہ شخص یہ کہکر غائب ہوگیا۔ وہ جوان فوراً وہاں سے بھاگا اور توبہ استغفار کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ الحمد للہ کہ تو آلودۂ گناہ نہ ہوا۔ تیرا حال تباہ نہ ہوا۔ نقل ہے کہ حاکم دیالپور کو باز کے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک بہت پیارا باز اُس کا جو کہ ایک بازدار کے پاس تھا۔ اس کے ہاتھ سے اُڑ کر نظروں سے غائب ہوگیا۔ وہ بہت گھبرایا اور آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھ تیرا باز سامنے دیوار پر موجود ہے پکڑلے۔ جب تک تو نہ جائے گا وہ نہ اُڑے گا۔ بازدار نے جاکر باز کو پکڑ لیا۔ اور آپ کے قدم چوم کر رخصت ہوا۔ پھر حاکم دیالپور سے جاکر یہ تمام قصہ کہا وہ سنتے ہی آپ کا معتقد ہوگیا' اور مرید و تارک دنیا ہو کر آستانۂ عالی پر جھاڑو دیتا رہا ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

صاحبِ خزانۃ الاصفیا نقل کرتے ہیں کہ ایک قطعہ زمین کا جو کہ آپ نے خرید اتھا ایک شخص دعویدار ہوا اور اُس نے حاکم دیال پور کے اجلاس میں مقدمہ دائر کیا۔ جب مسل دعوے تیار ہوگئی تو حاکم نے آپ کی طلبی کی۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میری کیا ضرورت ہے اہلِ قصبہ سے پوچھ لو سب جانتے ہیں کہ وہ زمین میری زرِ خرید ہے اور میرا تیرے اجلاس میں آنا بہت بعید ہے، حاکم نے لکھا کہ یہ مقدمہ اس طرح سے نہیں فیصل ہوسکتا ہے۔ خود آکے اس کی سند پیش کرو، یا کسی وکیل کو مع سند کے بھیجو آپ کو یہ سُنکر غصہ آگیا اور لکھ بھیجا کہ ہمارے پاس نہ سند ہے نہ گواہ یا تو ہمارے کہنے کا یقین کرو اور اگر یقین نہیں ہے تو خود اُس زمین سے پوچھ لو کہ تو کس کی ملک ہے۔ حاکم آپ کی یہ تحریر دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ بطور آزمائش موقع پر آیا۔ اُس وقت اجودھن کے تمام رہنے والے وہاں جمع تھے۔ مدعی نے حاکم کے حکم سے زمین سے پوچھا کہ تو کس کی ملک ہے لیکن کچھ جواب نہ پایا۔ آپ کے ایک خادم نے بڑھ کر زمین کو للکارا اور کہا اے زمین حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کا حکم ہے کہ تو سچ سچ بتادے کہ کس کی ملک ہے۔ فوراً زمین نے فصاحت کے ساتھ جواب دیا کہ میں خواجہ فریدالدین کی ملک ہوں۔ وہ دعویدار شخص آپ کی یہ کرامت دیکھ کر شرمندہ ہوا اور حاکم متحیر ہوکر وہاں سے پھرا اور راہ میں گھوڑی کے پاؤں میں اُلجھنے سے گر کر مرگیا۔ آپ کے کرامات بیحد و لاتعداد ہیں اس مختصر رسالہ میں اُس کی گنجائش کہاں۔ آپ کی پہلی بیوی دختر شاہ غیاث الدین بلبن بی بی ہزیرہ نام ہیں جن کی بابت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کی وفات کے بعد آپ کچھ دنوں دہلی میں قیام پذیر رہے انھیں دنوں سلطان غیاث الدین بلبن آپ کی شرف ملاقات سے فیض یاب ہوا اور ایک روز دست بستہ یہ عرض کرنے لگا کہ مجھے سعادت قدم بوسی اکثر نصیب ہوتی رہتی ہے مگر بیگمات محل کو آپ کی زیارت کا بہت اشتیاق ہے اور اُن کا محل کے باہر آنا محال ہے

اگر حضور ازراہ شفقت میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے تو مجھ کو ہمچشموں میں عزّت وافتخار اور اُن کو آپ کا دیدار ہوتا' آپ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ طریقہ فقرار سے دُور ہے مگر کیا کیجیے حق تعالےٰ کا یہی حکم ہے بندہ مجبور ہے یہ فرماکر آپ بادشاہ کے ہمراہ ہوتے ساکنان شہر ادب سے استادہ سرِراہ ہوئے۔ یہانتک کہ آپ نے محل سرائے شاہی میں قدم رکھا سب سے پہلے ایک لڑکی کو دیکھا جو استقبال کے لئے دروازہ پر کھڑی تھی آپ کی نظر اُس پر پڑی اور اُس کی نگاہ آپ سے لڑی آپ نے بادشاہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی لڑکی ہے اور کیا نام رکھتی ہے بادشاہ نے کہا ہزیرہ نام بندہ زادی ہے آپ تادیر اس کو دیکھتے رہے پھر آگے بڑھے کل محلسرا کی عورتوں نے آپ کی قدمبوسی حاصل کی اور آپ نے جلدی سے محلسرا سے نکل کر اپنی راہ لی۔ ادھر سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے وزیر کو طلب کر کے کہا کہ آج میری استدعا پر حضرت فرید شکر گنج میرے گھر تشریف لائے تھے کل عورات پردہ نشین کی قدمبوسی کے وقت تو وہ سر جھکائے رہے تھے لیکن ہزیرہ سلطانہ کو جو میری لڑکی ہے آپ نے بغور دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ یہ کس کی لڑکی ہے اور اس کا کیا نام ہے یہ بڑی حیرت کا مقام ہے کیا عجب ہے کہ آپ کا میل خاطر اس کی طرف ہو ابھی آپ کی خدمت میں جا اور میری طرف سے یہ عرض کر کہ اگر یہ بندہ زادی کنیزی میں قبول ہو تو میرے دل کا مدعا حصول ہو' وزیر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا پیام باہتمام تمام عرض کیا آپ نے سن کر پہلے تو سر جھکا لیا پھر ارشاد کیا کہ میرا تو دنیا میں آلودہ ہونے کا ارادہ نہ تھا مگر حکم خدا یوں ہی ہے کہ سنت نبی ادا کروں اور مجرّد نہ رہوں بندے کو اس کی مرضی کے سوا کیا چارا ہے اس کے حکم نہ ماننے کا کسکو یارا ہے بادشاہ سے کہنا کہ اچھا قبول کیا اور یہ بوجھ بھی اپنے سر لیا۔ مگر میں متحیّر ہوں کہ فرمان الٰہی یہ کیونکر ہوا جب میں محلسرا میں داخل ہوا تو حکم ملا کہ اے فرید سر اونچا کر میں نے جو سر اٹھایا

تو اس لڑکی کا چہرہ نظر آیا اُس کے ساتھ ہی ہاتفِ غیب نے یہ بھی سُنایا کہ اے فرید اس لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح ہوگا پھر میں قبول نہ کروں تو کیا کروں کیونکر اس کو ٹالوں وزیر یہ جواب پاکر سلطان کی خدمت میں آیا اور سب قصّہ کہہ سُنایا، بادشاہ یہ سُنکر بہت خوش ہوا اور وزیر کو تیاری نکاح کا حکم دیا، وزیر نے سب سامان تیار کرکے اُس دختر کو بادشاہ کی جانب سے وکیل بن کر آپ کے نکاح میں دیا اور دختر کو مع سامان جہیز کے ایک مکان میں داخل کیا شب کو جب آپ اُس مکان میں رونق افزا ہوئے تو سامان دیکھ کر دنگ ہوگئے اور ایک کونے میں مصلےٰ بچھا کر نماز پڑھنے لگے دختر نے جب یہ دیکھا تو مسند سے اٹھکر بادب تمام سلام عرض کیا اور روبرو ہاتھ باندھے کھڑی رہیں مگر آپ کی نظریں رات بھر حق ہی کی جانب لگی رہیں صبح کو آپ گوشۂ عبادت سے اُٹھکر باہر تشریف لے آئے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے دوسری اور تیسری رات بھی اسی صورت سے کٹی چوتھی رات کو وہ بی بی عرض پرداز ہوئی کہ نہ معلوم حضرت نے اس لونڈی میں کیا خرابی دیکھی کہ مطلق توجہ نہ فرمائی یا مجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے جس سے حضرت کی طبیعت کو رنج پہونچا ہے آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ رضامندی فقیر کی حق تعالےٰ کی رضامندی ہے میں ایک خدا کا ناچیز بندہ اور تو بندی ہے اگر خدا کی رضا چاہتی ہے تو اس جاہ وحشم سے ہاتھ اٹھا اور تارکِ دنیا ہو جا، لباس فقیری پہن لے یہ سب مال و دولت خدا کی راہ میں دیدے اُس نے جب آپ کی یہ مرضی دیکھی تو اسی دن اپنی ہر چیز اور دھن دولت فقیروں کو تقسیم کردی کچھ بھی باقی نہ رکھا جو کچھ بھی تھا خدا کی راہ میں دیدیا آپ اُس کی یہ سخاوت اور دینداری دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور باہر نکل کر اپنے یاروں سے گویا ہوئے کہ ہماری اہلخانہ کے لئے جفت پلاس تیار کرو اور ابھی اس کے سامنے لا دھرو، شیخ محمود موئنہ دوز نے اُسی وقت تیار کرکے آپ کے گھر بھجوادی اور بی بی صاحبہ نے خوشی خوشی پہن لی بادشاہ نے

جب یہ حال سُنا تو دوبارہ پھر اتنا ہی مال بھیجا وہ بھی شہزادی نے راہ خدا میں صرف کیا مگر تین لونڈیاں جو قدیمی کنیزیں تھیں اُن کی بابت آپ سے عرض کیا کہ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنی خدمت کے لئے رکھ لیں بقیہ کو بادشاہ کے پاس واپس فرمادیں کیونکہ ان کا غیر کو دینا زیبا نہیں ہے آپ نے اُن میں سے دو لونڈیوں کو جن کے نام سارا اور شکر تھے رکھ لیں اور باقی سب لونڈیاں بادشاہ کو واپس فرمادیں پھر ایک روز اُن بی بی صاحبہ نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے تو آپ کی خوشی کے لئے فقر و فاقہ قبول کیا لیکن باپ میرا بادشاہ ہے وہ اس کو کیونکر پسند کرے گا میرا حال اُن کو دردمند کرے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ دہلی سے کسی ایسے مقام پر جا رہیں جہاں نہ ہم کسی کو جانیں نہ وہاں کے لوگ ہمیں جانیں تاکہ اطمینان سے خدا کی عبادت کرسکیں آپ نے یہ صلاح ان کی پسند کی اور دہلی میں اپنے برادر شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا خلیفہ کر کے اجودھن کی راہ لی۔ ان بی بی کے بطن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے اسم مبارک حسب ذیل ہیں۔ (۱) شیخ عبداللہ کہ یہ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو بچپن میں مفسدوں کے ہاتھوں شہید اور پاک پٹن میں بیرون شہر جانب جنوب مدفون ہوئے۔ (۲) شیخ بدرالدین سلیمان جو کہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے یہ صاحب سجادہ ہوئے ان کو علاوہ اپنے خاندان پدری کے خاندان چشت کے اور بزرگوں سے بھی فیوض ملے تھے۔ چنانچہ بابا فریدؒ نے اس وقت جبکہ خواجہ غور و خواجہ روز خواجگان چشت تشریف فرمائے اجودھن ہوئے تھے ان کو اُن کا مرید کرایا تھا ان کا مزار گنبد پُرانوار کے اندر ہے۔ (۳) شیخ بہاء الدین ملقب بہ شہاب الدین یہ علوم ظاہری کے بڑے عالم تھے ان کا مرقد روضہ کے اندر ہے۔ (۴) شیخ نظام الدین یہ آپ کے بڑے پیارے تھے انھوں نے جہاد میں شہادت پائی کیونکہ سپاہ پیشہ تھے آپ کے انتقال کے وقت وہ سلطان

غیاث الدین کی ہمراہی میں پٹیالہ میں تھے لیکن آپ کا وصال کشف سے معلوم کر کے فوراً بادشاہ سے رخصت لے کر حاضر اور آپ کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے۔ ان کا مزار مشہور میں ہے (۵) شیخ یعقوب یہ سن نموہی میں رجال الغیب سے جا ملے اور لوگوں کی نظروں سے مفقود ہو گئے' ان کا مزار معدوم ہے کسی کو بھی اس کا پتہ نہیں معلوم ہے۔ (۶) شیخ نصیر الدین عرف نصر اللہ' آپ ان کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے ان کا مزار موضع جادلیانہ مضافات پرگنہ قبولا میں واقع ہے اور وہیں حضرت بابا فرید کے بڑے بھائی اور والد کا مزار بھی ہے۔ اس گاؤں کے متصل ایک کنواں ہے جس کی بابت یہ مشہور ہے کہ آپ نے اُس میں بھی لٹک کر چلہ کشی کی ہے واللہ اعلم بالصواب تینوں صاحبزادیاں بھی آپ کی نہایت عابدہ وزاہدہ تھیں۔ علی الخصوص بی بی شریفہ جو جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور کوئی اولاد نہ رکھتی تھیں اولیاء کاملین میں سے تھیں۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر خلافت سجادہ عورت کو دینا جائز ہوتا تو میں بی بی شریفہ کو ضرور دیتا۔ دوسری بیوی فاطمہ ان کا نکاح شیخ بدرالدین اسحاق سے جو آپ کے خلیفہ اعظم اور صحیح النسب بخاری تھے ہوا تھا۔ اُن کے دو لڑکے تھے خواجہ محمدؒ و خواجہ موسٰی تیسری بی بی مستورہ شیخ عمر صوفی فاروقی کو بیاہی تھیں اُن کے ایک صاحبزادے شیخ محمدؒ نام ہوئے بعض اہل اخبار نے آپ کی چار صاحبزادیاں لکھی ہیں اور چوتھی صاحبزادی کا نکاح شیخ علی احمد صابر سے بتایا ہے۔ چنانچہ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ شیخ علی احمد صابر آپ کے بھانجے اور داماد تھے واللہ اعلم' آپ کے خلفاریوں تو بہت سے ہیں مگر سب میں بزرگ دو ہیں جن کے حالات ہم اس مختصر میں بیان کریں گے۔ ایک سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے شیخ علی احمد صابر کلیریؒ۔ آپ کی کرامات و خرق و عادات سے کتابیں بھری پڑی ہیں جس کا جی چاہے اُن میں دیکھے آپ نے تمام عمر اپنی فقر و فاقہ

میں بسر کی اور دنیا و دولت دنیا کی طرف کبھی توجہ نہ فرمائی۔ چنانچہ سلطان ناصر الدین جب سلطان شمس الدین التمش کے بعد تخت نشین ہوا اور اوچ و ملتان پر حملہ کرنے آیا تو آپ کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوا اور چار سندیں مواضعات کی اور کچھ زر نقد سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ کہ یہ اس وقت امراء شاہی میں سے تھے بطور نذر پیش کیں آپ نے نقد تو لے کر فقراء و درویشوں کو تقسیم کر دیا اور سند مواضعات کو یہ تحریر فرما کر واپس فرما دیا کہ اس کے بہت سے مستحق ہیں اُن کو دو ؎

شاہ مارا دہ دہد منت نہد
رازق مارزق بے منت دہد

اُس وقت غیاث الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ ناصر الدین لاولد ہے اگر ان بزرگ کی وجہ سے اس کے بعد بادشاہی مجھ کو نصیب ہو تو کیا خوب ہو آپ نے اس کے اس مدعا پر کشف سے مطلع ہو کر فرمایا ؎

فریدون فرخ فرشتہ نبود
زعود و ز عنبر سرشتہ نبود
زداد و دہش یافتہ اونکوئی
تو داد و دہش کن فریدوں توئی

آخر ایسا ہی ہوا کہ ناصر الدین کے بعد غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا۔ آپ ہمیشہ باوجود تنگدستی فقراء و درویشوں کی خدمت سے دریغ نہ فرماتے اور ہر ایک سے بتعظیم و تواضع پیش آتے جو فقیر بھی آپ کے دروازے پر آتا محروم نہ جاتا۔ ایک بار ایسے وقت میں جبکہ آپ کے گھر میں سوائے قدرے دانہائے جوار کے اور کچھ سامان کھانے کا نہ تھا کچھ فقراء آکر جامع مسجد میں ٹھہرے اور وہ سب نہایت بھوکے تھے۔ آپ نے کشف سے اُن کا حال معلوم کیا اور گھر جا کر جوار کو پیسا اور روٹیاں پکا کر اُن فقراء کے لئے کھانا حاضر کیا۔

اُن درویشوں نے بھی اپنے کشف سے سب حال سے اطلاع پاکر کہا کہ تمہارے گھر میں کچھ موجود نہ تھا تو پھر ہماری دعوت کا کیوں سامان کیا ہم نے تمہارا جوا پیسنا اور روٹی پکانا بچشم خود دیکھا' اب جو کچھ ہم سے چاہتے ہو مانگ لو آپ نے جو مطلب دلی تھا اُن درویشوں سے کہا اور ان کی دعا سے وہ مدعا آپ کا پورا ہوا۔ اب ہم چند کلمات طیبات آپ کی ملفوظات سے نقل کر کے آپ کا ذکر پاک ختم کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے معاملہ درست رکھنا چاہیئے۔ جو وہ دیتا ہے اُس کو کوئی لے نہیں سکتا۔ اور جس کو وہ لے لیتا ہے اس کو کوئی دے نہیں سکتا' اُس کے یہاں نہ رشوت چلتی ہے نہ سفارش۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے ارادے میں کسی کا دخل نہیں درویش کو چاہیئے کہ دنیاوی عزت کے لئے ظاہری آرائش کی کوشش نہ کرے تاکہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے بے قدر نہ کرے۔ خاندان کی حرمت کو نگاہ رکھے۔ اور طلب حق میں مشغول رہے۔ کسی سائل کو اپنے دروازے سے نہ پھیرے جو کچھ حاضر ہو دے ورنہ نرمی سے کہدے۔ بابا معاف کرو۔ بُرا بھلا کہنا اور سخت کلامی سے پیش آنا بُرا ہے "اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ" قول خدا ہے یعنی سائل سے جھڑک کر سخت کلامی نہ کرو۔ جو بات کہے سمجھ کر کہے دل کو باز۔ بچہ دیوانہ نہ کرے خلقت سے جہاں تک ہو سکے دور رہے گوشہ نشینی اختیار کرے کم کھائے کم سوئے کم بولے۔ مگر لوگوں سے بالکل ملنا جلنا بھی نہ چھوڑے نہ اتنا تلخ ہو کہ لوگ اُس سے بھاگیں نہ اتنا شیریں ہو کہ لوگ نوش کر جائیں بین بین رہنا اچھا ہے۔ دشمن پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ وہ لاکھ دوستی کا اظہار کرے لیکن اس سے ڈرنا ہی چاہیئے۔ سب سے بڑا دشمن نفس شیطانی ہے جس نے اُس کا کہنا کیا وہ دونوں جہاں سے گیا۔ نیز جو اپنے سے ڈرے اُس سے بھی ڈرتے رہنا چاہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ۔

ازاں کس تو ترسد تبرس اے حکیم

زندگی میں اپنی توانائی پر بھروسہ نہ رکھنا چاہیے نہ معلوم موت کس وقت آجائے۔ اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت جانے ان کے حالات پر نظر رکھے جو شخص اپنا تمام جہان کو دشمن بنانا چاہے وہ تکبر اختیار کرے۔ اور جو اپنی عزت و حرمت کھونا چاہے وہ غمازی اور دروغ گوئی شعار کرے۔ سماع کی بابت آپ کا قول ہے کہ اہل سماع کی بے ہوشی اس وقت سے ہے جب کہ حق تعالےٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرمایا تھا۔ اہل سماع وہ لوگ ہیں کہ جب وہ سماع و تحیّر میں مستغرق ہوتے ہیں تو ایسے بے خبر ہوجاتے ہیں کہ اُن کے سروں پر لاکھوں تلواریں چلیں تو بھی انھیں ذرّہ بھر خبر نہ ہو۔ ایک بار علماء کے اختلاف اباحت و حرمت سماع کا حال سن کر آپ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ یکے سوخت و خاکستر شد۔ و دیگر ہنوز در اختلاف است۔ یعنی واہ ایک تو جل کے خاک ہوگیا اور دوسرا ابھی تک اختلاف ہی میں رہا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ درویشی کیا ہے قناعت ہے درویش کو جو کچھ مل جائے اُسے بہتر سمجھے چناں چنیں نہ کرے میں نے سلوک اولیا میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ مالک بن دینار ایک درویش کو دیکھنے گئے اُس نے دو روٹیاں جو کی بغیر نمک کے مالک بن دینار کے آگے لا رکھیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ذرا سا نمک ہوتا تو اچھا تھا اس درویش کی لڑکی نے جو یہ بات سُنی تو اپنے گھر کا لوٹا لے کر بقال کی دکان پر گئی اور لوٹا گروی رکھ کر نمک لائی مالک بن دینار اور وہ درویش مل کر کھانے لگے۔ اس درمیان میں مالک ابن دینار بولے کہ بس درویش کو اتنی قناعت کافی ہے۔ اس لڑکی نے زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کیا کہ اے خواجہ اگر آپ کو قناعت ہوتی تو ہمارا لوٹا بقّال کی دکان پر گروی نہ ہوتا۔ اے مالک بن دینار ہم کو آج ستّرہ برس ہوئے کہ ہم نے اپنے نفس کو نمک نہیں دیا۔ تو نے یہ کیا کہا کہ اس قدر قناعت کافی ہے یہ بات تو درویشی سے بہت بعید ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ رباعی زبانِ مبارک سے ادا فرمائی۔ رباعی

چوں عمر گزشتنی ست مے نوشی بہ — چوں کار بقسمت ست کم کوشی بہ
چوں ترس حیا تست نمک نوشی بہ — چوں گفتہ نوشتہ است خاموشی بہ

آپ نے فرمایا ہے کہ چار چیزوں کی بابت سات سو فقیروں سے سوال کیا لیکن جواب ایک ہی پایا۔ ایک عقلمند وہی انسان ہے جو گناہوں سے دور ہے دوم سب سے بڑھکر وہ عقلمند ہے جو کسی شئے پر مغرور نہ ہو۔ سوم غنی سب میں وہ ہے جو قانع ہو۔ چہارم فقیر سب میں وہ ہے جس کو قناعت نہیں آپ نے فرمایا اگر ہے غم نہیں اور اگر نہیں ہے تب بھی غم نہیں۔ فرمایا۔ مردوں کے حق میں نامرادی کا دن شب معراج ہے کیونکہ اُن کے سر پر الفقر فخری کا تاج ہے۔ فرمایا کہ ٹھنڈے آدمیوں سے گرم باتیں نہ بیان کرو۔ فرمایا کہ فقیر جب لباس پہنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ کفن پہنا۔ فرمایا کہ تو خود ہی اپنا پردہ کھول دے تاکہ دوسرے تیری پردہ دری نہ کریں فرمایا کہ الآفۃ فی التدبیر والسلامۃ فی التسلیم یعنے فکر و تدبیر میں پڑنا آفت ہے اور ہر بات کو خدا کے سپرد کر دینا عافیت ہے فرمایا العلماء اشرف الناس والفقراء اشرف الاشراف یعنی علماء سب آدمیوں میں شریف ہیں اور فقراء اُن سے شریف تر۔ صاحب خلاصۃ القادریہ آپ کے ملفوظات سے نقل کرتے ہیں کہ وقت تعمیر روضۂ مقدسہ حضرت پیران پیر محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالےٰ آپ بغداد میں تشریف رکھتے تھے اور دن بھر مزدوروں میں مل کر روضۂ اقدس پر کام کرتے تھے اور شام کو مزدوری تقسیم ہوتے وقت اپنے مقام پر چلے آتے تھے حضرت محبوب سُبحانی کے صاحبزادے سیدنا عبدالرزاق علیہ الرحمۃ بہت متحیر رہتے کہ یہ عجیب مزدور ہے کہ دن بھر کام کرتا ہے اور شام کو تقسیم مزدوری کے وقت چلدیتا ہے کام ختم ہوا اور یہ چلدیا آخر ایک رات کو محبوب سُبحانیؒ نے ان سے خواب میں فرمایا کہ وہ مزدور نہیں بلکہ فرید مسعود ہے اُس کو مزدوری کی خواہش نہیں صرف سعادت حاصل کرنے کو مزدوروں میں شریک ہو جاتا ہے تم اُس

سے بہ تعظیم پیش آؤ اور میرا اسلام اُس کو پہونچاؤ، پھر دعوت کرکے باعزاز تمام اس کو رخصت کرنا۔ اس روایت سے آپ کا براہ راست حضرت پیران پیر سے روحی فیض حاصل کرنا ظاہر ہے۔ نقل ہے کہ محرم سنہ ۶۶۴ھ یا سنہ ۶۷۰ھ کی پانچویں تاریخ پیر کے دن شام سے آپ پر استغراقی حالت طاری ہوئی، نماز عشار آپ نے جماعت سے گزاری اُس کے بعد آپ بیہوش ہو گئے تھوڑی دیر بعد آپ پھر ہوش میں آئے اور دریافت فرمایا کہ میں نے عشا کی نماز پڑھی یا نہیں لوگوں نے عرض کیا جی ہاں حضور پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایکبار اور پڑھ لوں پھر خدا جانے کیا ہو۔ یہ کہکر دوبارہ نماز پڑھی، پھر آپ پر بیہوشی غالب ہوئی جب پھر آپ ہوش میں آئے تو یہی پوچھا کہ میں نے عشار کی نماز پڑھی یا نہیں، لوگوں نے کہا کہ دو بار پڑھ چکے ہیں فرمایا لاؤ تیسری بار اور پڑھ لوں پھر خدا جانے کیا ہو۔ پھر تیسری بار نماز ادا کرکے آپ یا حیّ یا قیوم کہتے ہوئے پچانوے سال کی عمر پاکے اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے۔ اور واصل الی الحق ہو گئے۔ اور اپنے پیرومرشد حضرت بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تیس سال تک رشد و ہدایت خلق اللہ میں مشغول و مصروف رہے۔ مزار شریف آپ کا پاک پٹن ملک پنجاب میں زیارت گاہ خاص و عام ہے جہاں ہر سال زمانہ عرس مبارک میں ہزارہا ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں جن میں بڑے بڑے فقرار و مشائخ اور خلفار خاندان چشتیہ و صاحبان سجادہ ہوتے ہیں اور اُسی دروازے سے جس کو بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے نکلتے ہیں۔ اور وہ دروازہ اسی روز یعنے پانچویں محرم کو کھلتا ہے باقی سال بھر بند رہتا ہے۔ اور اُس کی وجہ تسمیہ دروازہ بہشتی ہونے کی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیار آپ کے وصال کی خبر پاکے حاضر ہوئے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس دروازے پر تشریف رکھتے ہیں اور فرما رہے ہیں یا نظام الدین مَنْ دَخَلَ ہٰذَا الباب کان آمنا

یعنے اے نظام الدین جو بھی اس دروازے سے داخل ہو وہ دوزخ سے امن میں ہے۔ اسی سے یہ بہشتی دروازہ مشہور ہے۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاء بھی اپنے بزرگوں کی طرح آپ کے انتقال کے وقت موجود نہ تھے آپ نے آخر وقت اُن کو یاد فرمایا اور اپنے داماد شیخ بدرالدین اسحاق سے کہا کہ فلاں شخص جو دہلی میں ہیں ان کو یہ خرقہ عطیۂ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشیؒ دے دینا اور میں بھی اپنے مرشد حضرت قطب الاقطاب کے وصال کے وقت موجود نہ تھا' اسی طرح وہ اپنے مرشد حضرت خواجہ غریب نواز کے وصال کے وقت نہ تھے۔ چنانچہ آپ کے داماد نے وہ امانت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد کی جو کہ بڑے اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ آپ کے وصال الی الحق کا قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے ؎

فریدالدین کہ او گنج شکر بود | چو در ذات خدا شد محو مطلق
بمظہر گفت ہاتف سال نقلش | فریدالدین ولی و واصل حق

ذکر شیخ المشائخ سلطان العاشقین محبوب الٰہی

حضرت نظام الدین اولیاؒ

آپ حضرت شیخ المشائخ بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء نامدار و محرم اسرار و محبان باوقار سے ہیں۔ آپ کا اسم شریف محمد بن احمد بن علی البخاری ہے اور آپ ماں باپ دونوں کی طرف سے سیّد حسینی ہیں لقب آپ کا سلطان السلاطین سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ ہے آپ محبوبِ مقربان بارگاہ الٰہی سے ہیں، ملک ہندوستان آپ کے فیوض و برکات سے بھرا پڑا ہے آپ کے جدّ امجد خواجہ علی بخاری و نیز جدّ مادری خواجہ عرب دونوں مع آپ کے والد بزرگوار کے حوادث روزگار سے تنگ آکر بخارا سے لاہور تشریف لائے اور پھر وہاں سے بدایوں میں آکر اقامت گزیں ہوئے آپ تے بتاریخ ۲۷ صفر بروز آخری چہار شنبہ ۶۳۴ھ میں بدایوں شریف کو اپنی ولادت باسعادت سے شرف بخشا جو کہ سال وفات شاہ شمس الدین التمش و خواجہ بختیار کاکیؒ کا تھا۔ بہت ہی صغر سنی ہی میں آپ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور وہ بدایوں شریف ہی میں مدفون ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ کا سن شریف جب پانچ برس کا ہوا تو آپ کی والدہ مکرمہ نے جن کا نام بی بی زلیخا تھا آپ کو مکتب میں پڑھنے کو بھیجا اور آپ نے وہاں قرآن پاک و چند کتابیں پڑھیں اُس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں بہت کوشش فرمائی یہانتک کہ آپ علم تفسیر و حدیث صرف و نحو منطق

معانی وغیرہ سے کماحقہ واقف ہو گئے اور دستار فضیلت حاصل کی۔ پچیس ۲۵
سال کی عمر میں آپ مع اپنی والدہ مکرمہ کے دہلی تشریف لائے اور پرانے قلعے کے
نزدیک ایک شخص کے دروازے میں قیام پذیر ہوئے اس کے بعد ایک شخص
نے آپ کو ایک کوٹھا خس پوش دے دیا آپ اس میں رہنے لگے۔ اور مولانا شمس
خوارزمی کے درس میں جو اُس وقت تمام ہندوستان کے علمائے فضلا سے اعلیٰ
مرتبہ اور شمس الملک کے خطاب شاہی سے ملقب تھے حاضر ہو کر تکمیل علوم
ظاہری میں مصروف ہوئے چنانچہ طالب علموں میں آپ کا لقب نظام الدین
بحاث یعنے بہت بحث کرنے والا مشہور ہو گیا۔ اور مولانا کمال الدینؒ سے جو بڑے
باکمال اور متورع زاہد شخص تھے مشارق الانوار دیکھی مولانا کمال الدینؒ وہ شخص
تھے کہ جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اُن کو پیش امام اپنا بنانا چاہا تو انھوں
نے فرمایا کہ اس فقیر کے پاس سوائے جانماز کے اور کچھ نہیں ہے کیا بادشاہ اس
کو بھی ہم سے چھیننا چاہتا ہے اور امامت نامنظور کی وہ آپ کو بہت عزیز رکھتے
تھے اس کے بعد آپ کا قیام شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں رہا۔ اور دونوں
بزرگوں میں دلی دوستی و محبت رہی اسی درمیان میں آپ کی والدہ ماجدہ نے
بھی اس جہان فانی سے انتقال فرمایا، صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ جب
کہ عمر آپ کی قریب بارہ سال کے تھی اور کتب کشف پڑھتے تھے ایک دن ایک
قوال ابوبکر نام آپ کے استاد کی خدمت میں ملتان سے آکر حاضر ہوا اور
بیان کرنے لگا کہ میں شیخ بہاء الدین ذکریا علیہ الرحمۃ کی خدمت سے شرفیاب
ہوا اور انھوں نے میرا گانا سنا اس کے بعد شیخ مذکور کے مناقب و محامد
بیان کرنے لگا اُن کے یہاں کی لونڈیاں چکی پیسنے میں بھی ذکر الٰہی میں مشغول
رہتی ہیں ایسی ہی بہت سی تعریفیں اُن کی کیں حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ
کو ان کا تذکرہ سن کر اُن کی جانب ذرا رغبت نہ ہوئی اس کے بعد اُسی قوال نے
حضرت بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ کا ذکر پاک کیا کہ میں جب وہاں سے قصبہ

اجودھن میں آیا تو ایک ایسے شاہ صاحب کو دیکھا جو آج کرامت و اتقا زہد و ورع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں طالبوں کو بیعت کرتے ہی خدا تک پہونچا دیتے ہیں۔ اُن کی نظر کیمیا اثر ہے جو اُن کی محفل میں ہے کامل تر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو عجیب مرتبہ دیا ہے بلکہ یوں کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اپنی نعمتوں کا قاسم کیا ہے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ بابا فرید علیہ الرحمہ کا ذکر پاک سنتے ہی میرے دل میں شوق زیارت پیدا ہوا اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت آپ کا خیال بندھ گیا۔ آخر شیخ نجیب الدین متوکل کے وسیلے سے حضرت کی خدمت بابرکت میں اجودھن حاضر ہوا اور جب میں نے شرف قدمبوسی حاصل کیا تو آپ نے فی الفور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس کے بعد میں نے بھی چاہا کہ شرح اشتیاق و شوق قدمبوسی کا کچھ اظہار کروں لیکن ہیبت و عظمت کا وہ اثر ہوا کہ دل تھر تھرا اُٹھا صرف اتنا کہہ سکا کہ مجھ پر بھی حضرت کی قدمبوسی کا اشتیاق عظیم غالب تھا۔ جب حضرت نے مجھ میں آثار دہشت کے ملاحظہ فرمائے تو فرمایا لکلّ داخل دہشۃ یعنے ہر ایک نئے آنے والے کو دہشت ہوا ہی کرتی ہے اور چھ پارے قرآن کی تفسیر کی حضرت سے تجدید کی اُس کے بعد میں شرف بیعت سے سرفراز ہوا اور میں نے عرض کیا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے تعلیم و تعلم میں مشغول رہوں یا اوراد و نوافل میں، حضرت نے فرمایا کہ میں کسی کو پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں کرتا ہوں یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو۔ پھر دیکھو کہ غلبہ کس کو ہے فقیر کو علم بھی ضرور ہے تاکہ شیطان کے دھوکے میں نہ آئے اور خطا نہ اُٹھائے بعد چند روز کے ۲۱ ربیع الاول ۶۵۲ھ کو آخری چہار شنبہ ہی کے دن مجھے

خلعت خلافت سے سربلندی بخشی اور دہلی جانے کی اجازت دی۔ حضرت کی حین حیات میں تین مرتبہ میں اجودھن حاضر ہو کر شرف قدمبوسی سے فیضیاب ہوا لیکن اپنے بزرگان سلسلہ کی طرح حضرت کی وفات کے وقت اجودھن نہ آسکا جیسے کہ حضرت اپنے مرشد کے وصال کے وقت اور اعلیحضرت اپنے مرشد کے وصال کے وقت موجود نہ تھے میں بھی غیر حاضر رہا۔ پھر آپ نے اشارت غیبی پاکر غیاث پور میں اقامت کی چنانچہ اس وقت بھی وہاں آپ کی خانقاہ زیارت گاہ اہل اللہ ہے اس وقت آپ کو بہت تنگی تھی دو دو چار چار روز آپ کو اور نیز اُن درویشوں کو جو آپ کے ساتھ تھے فاقے سے گزر جاتے تھے اور نان جویں کا ٹکڑا نہ پاتے تھے جس سے افطار کرتے۔ روزہ پر روزہ رکھتے ایک بڑھیا نہایت پارسا آپ کی ہمسایہ تھی اور چرخہ کات کر گزر اوقات کیا کرتی تھی، جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ پڑوس میں یہ فقیر لوگ کئی روز سے فاقے سے ہیں تو ڈیڑھ سیر آٹا جو کا جو اُس کے پاس اُس وقت موجود تھا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ آپ لوگ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیے اور اس سے روزہ افطار کیجئے آپ نے شیخ کمال الدین یعقوب کو جو آپ کے اعلیٰ یاروں میں سے تھے فرمایا کہ لے لو اور مٹی کی ہانڈی میں تھوڑا پانی ڈال کر اسے جوش دو شاید کہ بندگان خدا میں سے کسی آنے والے کا بھی اس میں حصہ ہو انھوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ابھی ہانڈی میں اچھی طرح جوش نہ آیا تھا کہ ایک درویش دلق پوش حاضر ہوا اور آتے ہی بلند و کرخت آواز سے بولا کہ اے نظام الدین لا کچھ فقیروں کو بھی کھلا۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا صبر کیجئے ہانڈی میں جوش آلینے دیجئے اُس نے کہا نہیں تو خود کھڑا ہو جا اور جو کچھ کچا پکا موجود ہے لے آ۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور آستین لگا کر دونوں کنارے ہانڈی کے پکڑ اُس درویش کے آگے لا رکھی اُس نے جلتی ہانڈی میں ہاتھ ڈال کر کھانا شروع کیا اور کھانے کی گرمی کا اثر کچھ نہ پہونچا جب وہ بقدر

حاجت کھا کر کھڑا ہوا تو ہانڈی کے دونوں کنارے پکڑ کر اُس کو زمین پر دے مارا
چنانچہ ہانڈی پھوٹ گئی پھر یہ کہکر چلتا ہوا کہ اے نظام تو نے باطنی نعمت
تو فرید سے پائی ہے لے ہم نے تیری فاقہ و افلاس کی ظاہری دیگ توڑ دی
اب تو دین و دنیا دونوں کی نعمتوں سے بہرہ یاب و سلطان ہو گیا' یہ کہکر لوگوں
کی نظروں سے کھو گیا اُس روز سے آپ کو اس قدر فتوح ہوئیں کہ جس کا حد و
شمار نہ رہا۔ اور دو ہزار تنکہ سُرخ روزانہ آپ کے مطبخ خانہ میں خرچ ہونے لگا۔
ایک روز آپ اپنے مرشد حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کی تنگی معاش کے ذکر میں
فرمانے لگے کہ جب میں اجودھن میں تھا تو حضرت کی تنگ معاشی بیحد تھی،
ایک مرید پانی لاتا اور ایک جنگل سے لکڑیاں چُن لاتا اور ایک کریلا لاتا میں
اُن کو اُبال کر لے جاتا' حضرت اُس سے قدرے افطار فرماتے باقی اور لوگوں
کو دیدیتے۔ ایک روز میں نے ایک شخص سے قدرے نمک قرض لے کر اُن
کریروں میں ڈال دیا اور آپ کے سامنے لایا آپ نے فرمایا کہ ان میں بوئے
شبہہ ہے میں نہ کھاؤں گا میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کے حکم سے شیخ جمال
ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحاق ایک ایک چیز لاتے ہیں اور میں پکاتا ہوں
اس میں کیا جائے شبہہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درویشوں کو چاہیئے ہے کہ
فاقے سے مر جائیں مگر لذتِ نفس کے لئے کسی سے قرض لے کر اس کا احسان
نہ اٹھائیں کیونکہ قرض و توکل میں بُعد المشرقین ہے فقیروں کو قرض سے دور
رہنا فرض عین ہے اُس روز سے میں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ کبھی کسی سے کوئی
چیز قرض نہ لوں گا پھر حضرت نے وہ کمبل جس پر آپ تشریف رکھتے تھے مجھے
عطا کیا اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ تو کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا اور
دہلی رخصت فرماتے وقت نصیحت فرمائی کہ خبردار دشمنوں کو بھی خوش رکھنا
جس سے جو قرض لیا ہو اس کو جاتے ہی ادا کرنا اور پھر قرض نہ لینا میں نے
دہلی آکر شیخ نجیب الدین متوکل سے ساری کیفیت بیان کی اُن کو یہ سُن کر

نہایت خوشی ہوئی اور بولے ہم تم پہلے دوست تھے اب پیر بھائی ہوئے مولانا میرے اور آپ کے دونوں کے نصیب کھلے۔ سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب معزالدین کیقباد نے شہر غیاث پور کو آباد کیا اور میں وہاں آکر اقامت گزیں ہوا تو خلق کے انبوہ سے بہت گھبرایا کیونکہ علاوہ غربا کے امرا و ملوک بھی میرے پاس آنے لگے اور مجھے ستانے لگے، یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں تاکہ اس بلا سے امن پاؤں اسی سوچ میں تھا کہ اُسی روز بعد نماز ظہر ایک نہایت خوشرو و نحیف و زار نوجوان سے مجھ سے ملاقات ہوئی اور پہلی بات جو اس نے مجھ سے کہی وہ یہ بیت تھا۔ **بیت۔**

آن روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائے عالمی خواہی شد

پھر اس کے بعد بولا کہ اول تو کسی کو مشہور ہی نہ ہونا چاہیئے اور جب مشہور ہو جائے تو پھر لوگوں سے منہ نہ چھپائے تاکہ قیامت کے دن حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں شرمندگی نہ اٹھائے پھر بولا کہ وہ لوگ بھی کچھ قوت و حوصلہ رکھتے تھے جو خلق اللہ سے دور رہ کر یادِ خدا میں مشغول رہتے تھے قوت کے معنی تو یہ ہیں کہ خلق سے منہ نہ موڑے اور یادِ حق میں مشغول رہے جب وہ یہ باتیں کہہ چکا تو میں تھوڑا سا کھانا اُس کے روبرو لایا لیکن اُس نے نہ کھایا، میں نے اُسی وقت اپنے دل میں نیت کی کہ اب یہاں سے کہیں نہ جاؤں گا یہیں رہوں گا جب میں نے یہ نیت کرلی تو وہ جوان تھوڑا پانی پی کر مجھ سے رخصت ہو گیا اس کے بعد سے پھر میں نے اُس کو کبھی نہ دیکھا چونکہ آپ نے نیت اقامت استحکام کے ساتھ کی حق تعالٰی نے آپ کو برکت عطا فرمائی، تمام خلقت آپ کی حلقہ بگوش ہو گئی اور روزانہ فتوح پر فتوح ہونے میں اور ایک عالم آپ سے دینی و دنیوی فیض پانے لگا اور شہرت

میں آپ کا شہرہ ہوا مگر آپ ہمیشہ ریاضت ومجاہدہ ہی میں مصروف رہے اور آخر عمر میں جبکہ آپ کی عمر شریف اسّی کے قریب ہوگئی تھی بہت مجاہدہ کرنے لگے تھے کہ روزانہ روزہ رکھتے اور افطار بہت تھوڑی باسی روٹی سے فرماتے بعض دن سحری بھی نہ کھاتے خادم نے عرض کیا کہ اول تو حضرت افطار کے وقت بہت تھوڑا سا تناول فرماتے ہیں۔ اگر سحری بھی نہ کھائیں گے تو بہت زیادہ ضعیف ہو جائیں گے آپ یہ سن کر رونے لگے۔ اور فرمایا کہ نہ معلوم کتنے فقرا ومساکین مساجد کے کونوں میں بھوکے فاقے سے پڑے ہوں گے۔ یہ کھانا میرے حلق میں کیونکر اُترے یہ فرما کر کھانا اٹھوادیا کہ لے جاؤ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اپنے مرشد کے ساتھ کشتی میں سوار تھا کہ حضرت نے مجھکو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ تجھ سے آج ایک بات کہوں دیکھ جب تو دلی جانا تو مجاہدۂ نفس میں مشغول رہنا بیکار رہنا اچھا نہیں ہے روزہ رکھنا آدھی راہ ہے اور دوسرے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ آدھی راہ پھر ایک بار فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ جو کچھ تو مانگے پائے ایک بار یہ بھی فرمایا کہ میں نے تیرے لئے تھوڑی دنیا کی بھی حق تعالےٰ سے درخواست کی ہے۔ اور خلعت خلافت عطا فرماتے وقت بھی یہی فرمایا کہ اگر راہ خدا کی اپنے میں استعداد پیدا کرنا چاہتا ہے تو خبردار نفس سے ہوشیار رہنا اور مجاہدہ نہ چھوڑنا۔ ایک روز حضرت اپنے حجرہ میں ننگے سر متغیر چہرہ نظر پڑے اور یہ اشعار زبان مبارک سے سنے گئے۔

رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم ۔۔۔ خاکی شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی ۔۔۔ از بہر تو میرم و برائے تو زیم

یہ رباعی پڑھکر حضرت سربسجود ہوئے جب چند مرتبہ میں نے حضرت کو ایسی حالت میں دیکھا تو جرأت کر کے حجرہ کے اندر گیا اور قدموں پر سر رکھدیا حضرت نے فرمایا کیا چاہتا ہے میں نے دین کی نعمت چاہی آپ نے عطا فرمائی

پھر بعد کو مجھے خیال آیا کہ میں نے سماع میں اپنا مرنا کیوں نہ چاہا۔ غیاث پور میں حضرت سلطان المشائخ کی جانب اس قدر رجوع ہوئی کہ امیر سیف الدین نے اعزالدین علی شاہ اور حسام الدین احمد اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کو آپ کا مرید کرایا۔ آپ شبانہ روز حجرہ میں تنہا رہتے اور پوری رات راز و نیاز میں بسر فرماتے دن کو جب کوئی آپ کے چہرۂ انوار پر نظر کرتا تو آپ کو مست و مخمور سمجھتا کیونکہ رات رات بھر بیدار رہنے اور ریاضت کرنے سے آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں میر خسرو علیہ الرحمۃ کا آپ کے اوصاف میں یہ شعر ہے ؎

توشبانہ می نمائی بَبرِ کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

حضرت سلطان المشائخ کا قول ہے کہ مجھ کو عالم رویا میں ایک کتاب عنایت فرمائی اُس میں لکھا تھا کہ جتنا بھی تجھ سے ہو سکے خلق اللہ کو راحت پہونچا اُن کے دلوں کو خوش رکھ کہ انسان کا دل ربوبیت کے اظہار کا محل ہے آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن کوئی سکہ بھی نہ چل سکے گا مگر ہاں دل مومن کا سکہ کہ وہ وہاں بھی چمکے گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک فقیر آیا کسی نے اُس کو محروم واپس کر دیا آپ نے اُسی وقت خواب میں اپنے مرشد بابا فرید علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اگر تیرے گھر میں کچھ دینے کو نہیں ہے تو آنے والے کا حُسن رعایت تو واجب ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی خستہ دل تیرے دروازے پر آئے تو اُس کو اُسی طرح محروم واپس کر دیا جائے۔ جب آپ جاگے تو لوگوں سے دریافت کرنے لگے اور جس نے اُس فقیر کو محروم واپس کر دیا تھا اُس پر بہت ناراض ہوئے کہ تیری وجہ سے میں نے اپنے مرشد کو خواب میں غضب میں دیکھا اور حضرت نے مجھ پر غصہ کیا اس کے بعد جب آپ قیلولہ کر کے جاگتے تو سب سے پہلے ان دربانوں کو پوچھتے کہ سایہ گزر گیا ہے یعنی وقت

آگیا ہے اور کوئی آنے والا تو نہیں آیا تھا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی آپ کی زیارت کو چلے اور ہر شخص نے اُن میں سے کچھ نہ کچھ آپ کو ہدیہ دینے کو لے لیا ایک طالب علم بھی ان کے ہمراہ تھا اُس نے تھوڑی سی خاک زمین سے اُٹھا کر پڑیا بنالی اور یہ خیال کر کے کہ یہ سب لوگ اپنا اپنا ہدیہ آپ کے سامنے رکھیں گے میں بھی یہ رکھدوں گا اور آپ دیکھتے تو ہیں نہیں خادم سب اُٹھا لے جائے گا اور میرا پردہ رہ جائے گا جب وہ سب لوگ آپ کے روبرو حاضر ہوئے اور اپنا اپنا ہدیہ پیش کیا خادم نے چاہا کہ سب اُٹھا لیجائے آپ نے اُس سے خاک کی پڑیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ نہ لیجاؤ اس کو یہیں رہنے دو اس میں بڑا عمدہ سرمہ ہے اس کو میں اپنی آنکھوں میں لگاؤں گا وہ طالب علم یہ سنکر اپنے دل میں کٹ گیا اور بہت شرمندہ ہوا اور اُسی وقت تائب ہوا آپ نے اُسی وقت اپنا لباس اُس کو عنایت فرمایا اور پوچھا کہ جو کچھ تیری حاجت ہو وہ مجھ سے بیان کر، تاکہ اُس کو پورا کروں۔ نقل ہے کہ ایک شخص اپنے قصبہ سے آپ کی زیارت کو چلا راہ میں قصبہ بوندی پڑتا تھا اور وہاں ایک شیخ کامل اقامت گزیں تھا اُسے شیخ مومن کہتے تھے اُس نے دل میں سوچا کہ چلوان سے بھی ملتا چلوں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اپنے جانے کا عزم بیان کیا شیخ نے کہا کہ میری جانب سے حضرت نظام الدین اولیاء کو سلام کہنا اور کہدینا کہ میں ہر جمعہ کی رات کو آپ سے کعبہ میں نیاز حاصل کرتا ہوں جب وہ آپ کی خدمت سے شرفیاب ہوا تو اس نے شیخ کا یہ قول نقل کیا آپ نے منغص ہو کر فرمایا کہ وہ فقیر تو عزیز ہے مگر زبان قابو میں نہیں رکھتا ہے بدتمیز ہے۔

آپ سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے چنانچہ غیاث الدین تغلق کو سماع کی وجہ سے آپ سے عداوت پیدا ہوئی اور چاہا کہ آپ کو اذیت پہونچائے۔ یہ خبر ایک سیاح نے حضرت رکن الدین ابوالفتح نبیرہ شیخ بہاءالدین ذکریا سے

ملتان میں پہونچکر بیان کی، شیخ رکن الدین کو آپ سے کمال محبت تھی سنتے ہی دہلی تشریف لائے اور آپ ہی کے یہاں ٹھہرے دوسرے روز حسب دستور محفل سماع برپا ہوئی اور قوالوں نے گانا شروع کیا آپ پر حالتِ وجد طاری ہوئی اور آپ نے کھڑا ہونا چاہا شیخ رکن الدین نے آپ کو آستین پکڑکر بٹھانا چاہا اس کے بعد دامن پکڑا اور پھر وہاں سے اٹھ کر نوافل میں مصروف ہوگئے جب مجلس برخاست ہوئی مولانا شاہ امام نے کہا کہ اے شیخ رکن الدین میں آپ کے حال سے تعجب میں ہوں اور ایک سوال کرتا ہوں وہ یہ کہ پہلے آپ نے اُن کی آستین پکڑلی پھر دامن اور پھر نوافل میں مشغول ہوگئے اس میں کیا راز تھا شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادر نظام الدین کو وجد ہوا تو میں نے اُن کی آستین پکڑی پھر جب وہ کھڑے ہوگئے اور قدم ساتویں آسمان پر مارا تو میرا ہاتھ آستین تک نہ پہونچ سکا مجبور ہوکر دامن پکڑا جب وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے تو میں نوافل میں مشغول ہوگیا۔ آپ بحرِ عشق خداوندی میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ روز وشب بلاؤں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کی آرزو کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو دوست کی طرف سے بلا پہونچتی ہے وہ عاشق کے حق میں ایک نعمت ہوتی ہے اور عاشق تو روزانہ صبح کو یہ دعا مانگا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارا رزق سوائے بلا کے دوسری شئے سے نہ کر کہ سب سے خوشگوار ہمارے لئے تیری بلا ہے کیونکہ عاشق کا امتحان بلا ہی میں ہوا کرتا ہے یہ فرما کر آپ آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے۔ رباعی۔

ہر جا کہ بلائے تست برجانم باد — چوں دُرد رضائے تست برجانم باد
گر بر سر عاشقاں بلاہا باشد — آنجملہ بلائے تست برجانم باد

آپ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عشق کی بلا اپنے سر لی اور ظلوم وجہول کے لقب سے ملقب ہوئے اور چونکہ آپ کا خمیر بہشت کی خاک سے تھا اس لئے بارِ عشق کے حامل بھی آپ ہی

ٹھہرے اگر حضرت آدم علیہ السلام کی سرشت خاک بہشت سے نہ ہوتی تو اُن کی اولاد میں بھی کبھی مادۂ عشق نہ ہوتا اول انھیں نے اس کو قبول فرمایا پھر اس کا اثر اُن کی اولاد میں آیا اور عشق الٰہی کا ولولہ یہ جو اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے سب آپ ہی کا طفیل ہے اکثر آپ جوش میں آکر با چشم پرنم یہ رباعی فرماتے کہ۔ رباعی۔

از بہرِ رخ تو مبتلامی باشم   واندر غم عشق تو بلامی باشم
دریادِ جمال توچناں مشغولم   کز خود خبرے نیست کجامی باشم

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیرو مرشد حضرت فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بخارا کے سفر میں ایک درویش سے ملاقی ہوا کہ وہ غار میں بیٹھے ہوئے عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ وہ حضرت باہیبت وعظمت تھے اور از حد بزرگ وصاحبِ دل صاحبِ نعمت وصاحبِ نفس تھے میں جب ان کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تو انھوں نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نور اُن کے چہرے سے چمک رہا ہے وہ بزرگ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے فرید میں ساٹھ سال سے اس غار میں ہوں اور روزانہ نئی نئی بلائیں مجھ پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور میں اُن سب کو لقمۂ شیریں سمجھ کر چپٹ کرتا رہتا ہوں اور اب تو بلاؤں کا ایسا لذت کش ہوگیا ہوں کہ جس روز مجھ پر کوئی بلا نہیں نازل ہوتی تو بہزار خواہش اس کی طلب وآرزو کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ شاید آج اُس نے مجھ سے نظر پھیر لی ہے۔ اے فرید راہ سچوں کی راہ ہے۔ جس نے اس راہ میں قدم رکھا اور محبت کا دعویٰ کیا تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُس پر بلائیں اتاری جاتی ہیں۔ طالب صادق کو لازم ہے کہ ان بلاؤں پر صبر کرے اور حرف شکوہ وشکایت زبان پر نہ آنے دے۔ یہ حکایت بیان فرما کر حضرت خواجہ ہائے ہائے کے نعرے مارنے اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔

رباعی

در عشق ہمہ جفاہا باشد　　　واندر رہ عشق تو بلاہا باشد
پس مرد ہمہ اوست در رہ عشق کہ او　　　پیوستہ بعشق در جفا با باشد

پھر آپ نے کہا کہ میرے پیرومرشد نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک عارف نے بلاؤں کی سختیوں سے گھبرا کر درگاہ باری تعالےٰ میں عرض کیا کہ خداوندا مجھ سے تو یہ بلائیں برداشت نہیں ہوتیں حکم ہوا کہ اگر تجھے اس کا تحمل نہیں تھا تو اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا، یہ فرما کر آپ آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے کہ کیا اچھا یہ شعر ہے جو میں نے ایک درویش کی زبانی سُنا ہے۔ شعر۔

داری سر ما وگرنہ دور از بر ما　　　ما دوست کشیم تو نداری سر ما

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ زمانہ سابق میں ایک اعرابی مع اپنے ننھے بچّوں کے پتھروں سے جھولی بھرے ہوئے خانہ کعبہ میں آیا وہ بچّے ننگے بھوکے بھوک کے مارے بیتاب تھے اور سب کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ آتے ہی اُس اعرابی نے خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ مجھے اور میرے بچّوں کو تو کھانا کھلا ورنہ قسم ہے مجھے تیری عزّت وجلال کی کہ میں تیرے گھر میں پتھراؤ کرونگا اور یہاں سے بغیر پیٹ بھرے نہ ٹلوں گا وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ خانۂ کعبہ کی چھت سے ایک توڑا ہزار اشرفیوں کا اُس کے آگے گرا اور آواز آئی کہ لے خود صرف کر اور بچّوں کو دے اُس نے کہا کہ مجھ کو اشرفیاں لے کر کیا کرنا ہیں میں تو دو روٹیاں چاہتا ہوں جس سے اپنا اور بچّوں کا پیٹ بھروں یہ کسی اور کو عنایت ہو مجھے تو صرف کھانا مرحمت ہو۔ اُسی وقت دو روٹیاں آئیں اُس نے وہ بخوشی تمام لے لیں۔ اور شکر کر کے خود کھائیں اور بچّوں کو کھلائیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے اشرفیوں کو کیوں رد کیا اور نہ لیا تاکہ بہت دنوں تک کھاتا اور بچّوں کو کھلاتا اور صرف دو روٹیوں پر خوش و راضی ہو گیا اُس نے کہا کہ میرا مقصود صرف نمک خواری ہے دو روٹیاں کھا کر تو میں اُس کا حق نمک

ادا نہیں کر سکتا ہوں اشرفیاں لے کر کیونکر اُس کے حق سے سر بر ہوتا۔ اُس کے بعد حضرت فرمانے لگے کہ واقعی نمک کا حق بہت بڑا ہے انسان کو چاہیئے کہ حق نمک کا لحاظ رکھے اور اس کو کبھی نہ بھولے۔

سیر الاولیا سے نقل ہے کہ ایک دفعہ مولانا ظہیر الدین کوتوال دہلی حضرت سلطان المشائخ کی خدمت سے فائز ہوئے تو اُن کو عود کی خوشبو آئی سمجھے کہ حجرہ کے اندر عود جل رہا ہے اُسی کی یہ خوشبو ہے ناگاہ خادم نے حجرہ کھولا تو وہاں سے کچھ بو نہ آئی مولانا حیران ہوئے کہ یہ خوشبو کہاں سے آتی ہے حضرت محبوب الٰہی نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا یہ کسی سوختہ دل کی بو ہے عود کی بو نہیں ہے۔ الحق جو مرتبہ عاشقیت سے رتبہ محبوبی و معشوقی پائے اُس کی ذات پاک مظہر اسرار الٰہی اور معطر بہ عطریات غیبی کیوں نہ ہو جائے۔ حضرت سلطان المشائخ کا مرتبہ محبوبیت اظہر من الشمس ہے لیکن ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

نقل ہے کہ وہ کملی جو آپ کو حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ نے عنایت فرمائی تھی آپ نے قاضی حمید الدین کو مرحمت فرمائی اس میں ایک قسم کی خوشبو آتی تھی قاضی صاحب یہ سمجھے کہ یہ خوشبو عارضی ہے تھوڑے دنوں بعد جاتی رہے گی اور تبرک جان کر سر پر رکھی اور نہایت خوشی خوشی اپنے گھر لا کر اُس کو حرز جان بنایا لیکن جب اس خوشبو کو دن بدن بڑھتے پایا تو انھیں بہت تعجب ہوا کئی بار اُس کو دھویا بھی مگر وہ خوشبو کم نہ ہوئی بلکہ بڑھتی ہی رہی ایک مرتبہ قاضی صاحب نے سلطان المشائخ سے اس کی بابتہ عرض کیا آپ نے رو کر فرمایا کہ قاضی صاحب یہ بوئے محبت ہے جو کملی کے ریشے ریشے میں سمائی ہوئی ہے اور یہ خوشبو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو عنایت فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ ہی اس کو پاتے ہیں یہ کملی سے نہ دور ہوگی۔ شعر

ایں بوئے نہ بوئے بستانست　　　ایں بوئے زکوئے دوستانست

نقل ہے کہ ایک بار سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کی محفل سماع میں ایک صوفی اپنی آہ آتشین سے خود جل کر خاک ہوگیا اس وقت آپ پر بھی حالت طاری تھی جب اس سے افاقہ ہوا تو خاک کا ڈھیر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے واقعہ بیان کیا آپ نے تھوڑا پانی طلب کیا اور اُس خاک پر چھڑکا وہ صوفی از سر نو پھر زندہ ہوگیا آپ نے اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جا اپنی خامی کو پختہ کر آ پھر میری مجلس میں قدم رکھنا اور جب خاک بھی باقی نہ رہے اس وقت مرنا۔ نقل ہے کہ ایک بار حضرت سلطان المشائخ مزار پُر انوار خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ پر حاضری دیکر خانقاہ کو واپس جا رہے تھے کہ کنارہ دریا پر آپ کا گزر ہوا اور وہاں آپ نے دیکھا کہ میر حسن علمائی سنجر ول اپنے دوستوں کے ساتھ شراب خواری میں مصروف ہیں۔ وہ آپ کو دیکھ کر پشیمان و شرمندہ ہوئے اور یہ اشعار زبان پر لائے۔ اشعار

سالہا باشد کہ باہم صحبتم — گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست

زہد تا فسق از دل ما گم نہ کرد — ما یان بہتر از زہد شماست

آپ نے یہ اشعار سنکر فرمایا کہ صحبت کو تو بہت اثر ہے اس کے فرماتے ہی اُن پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت توبہ کر کے قدموں پر گر پڑے بعدہٗ مرید ہو کر سعادت دارین سے فائز ہوا اور چونکہ ۷۰ برس کے سن میں تائب ہوئے تھے اکثر یہ شعر اُن کی زبان پر جاری رہتا تھا۔

اے حسن توبہ انگہی کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند

یہ بھی روایت مشہور ہے اگرچہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی ہے کہ شاہ وقت نے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کی گرویدگی سماع سن کر قاضی حمید الدین ناگوری کو حکم دیا کہ تم خود جا کر محبوب الٰہی کو اس نامشروع کام سے باز رکھو قاضی صاحب مع دو چار سپاہیوں کے خانقاہ شریف میں اُس وقت پہونچے جبکہ وہاں محفل سماع گرم تھی قاضی نے دیکھتے ہی سپاہیوں کو حکم

دیا کہ خیمہ کی میخیں نکال دو۔ سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی لیکن خیمہ تب بھی اپنی حالت پر قائم رہا۔ قاضی صاحب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شاہِ وقت کی آپ کی بابتہ تہدید آئی ہے کہ آپ کے یہاں سماع بہت ہوتا رہتا ہے جس سے خلقت گمراہ ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ سماع ہمارے بزرگوں کا قوت روح ہے ہم اس سے کیونکر باز آسکتے ہیں تم ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہم سے تعرض نہ کرو قاضی صاحب نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے اس فعل نامشروع کو جائز رکھوں اور بادشاہ سے شرمندہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا آؤ ہم تم دونوں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں چلیں اور اُن سے اس کی بابت عرض و استفسار کریں یہ فرمایا کہ قاضی صاحب کو اپنی چادر میں لے لیا قاضی صاحب مع آپ کے شرف حضوری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے آنحضرتؐ سے سب قصہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب فقیر کو کیوں ستاتے ہو۔ قاضی صاحب نے بصد ادب عرض کیا کہ میں تو آپ کے حکم کا تابع ہوں اور جو حکم کرتا ہوں وہ از روئے شریعت کرتا ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سُنکر خاموش ہو گئے۔ اُدھر حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے چادر اٹھالی اور قاضی صاحب سے پوچھا کہ اب آپ کیا کہتے ہیں قاضی صاحب نے کہا کہ میں وہی کہتا ہوں جو اس سے پہلے کہتا تھا فیصلہ تو نہ ہوا کیونکہ حضور نے میرے عرض کرنے پر کچھ جواب فرمایا لیکن چونکہ آپ کی وجہ سے حضوری سے مشرف ہوا اس لئے اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ بادشاہ کو آپ کی طرف سے مطمئن کر دوں اور میں آپ سے خبر نہ ہوں یہ کہکر قاضی صاحب خانقاہ سے واپس آئے اور پھر کبھی آپ کے حال سے تعرض نہ کیا یہاں تک کہ قاضی صاحب کا وقت آخر آگیا۔ عین نزع کے

وقت حضرت محبوب الٰہیؒ آپ کا حال سنکر تشریف لائے اور اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میرا اب آخر وقت ہے میں ایسے نامشروع شخص سے نہیں ملنا چاہتا ہوں جو کہ سماع سنتا ہو جب آپ سے یہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب سے کہدو کہ میں سماع سے تائب ہو کر آیا ہوں جب یہ خبر قاضی صاحب کو ہوئی تو انھوں نے اپنا عمامہ دے کر لوگوں سے کہا کہ اس کو بچھادو تاکہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر تشریف لائیں لیکن سلطان المشائخ نے اس کو منظور نہ فرمایا اور اُس عمامہ کو اٹھا کر آنکھوں سے لگایا اور قاضی صاحب کے پاس تشریف لائے قاضی صاحب نے استدعا کی کہ یا حضرت اب آخر وقت ایک مرتبہ پھر وہی جمال جہاں آرا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دکھلا دیجئے۔ اور میری آخری تمنا پوری کر دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور قاضی صاحب نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا مگر چونکہ قاضی حمید الدین آپ کے مُرید و خلیفہ تھے اس لئے یہ روایت کچھ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ سماع نہیں سنتے تھے مگر ایسی گستاخی کیونکر کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ نے تمام عمر اپنی تجرد میں بسر کی اور نکاح کی جانب کبھی توجہ نہ کی۔ بعض لوگوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان المشائخ بمقام اجودھن حاضر تھے کہ بابا صاحب نے آپ سے فرمایا کچھ لا تاکہ میں کھاؤں آپ نے اپنی دستار رہن کر کے لوبیا اور نمک حضرت بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر کیا بابا صاحب نے خود بھی کھایا اور اپنے یاروں کو بھی کھلایا اور فرمایا کہ تو نے خوب کھانا نمکین مجھے کھلایا۔ میں خدا سے عرض کرتا ہوں کہ ۳۷ من روزانہ تیرے باورچی خانہ میں کھانا تقسیم ہوا کرے۔ آپ کھڑے ہو کر آداب بجا لائے۔ اُس وقت بابا صاحب نے دیکھا کہ پائجامہ آپ کا پھٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھکر پائجامہ اپنا عنایت فرمایا آپ نے اُس کو متبرک جان کر اور اپنا فخر مان کر اُسی پائجامہ پر چڑھا لیا

جلدی میں اس کا ازار بند ایک طرف سے نکل گیا۔ حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ ازار بند کو نگاہ کر اور مضبوط باندھ۔ آپ نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا چنانچہ اسی وجہ سے آپ نے عمر بھر شادی نہ کی اور عورتوں سے دوری فرمائی
نقل ہے کہ جب آپ کا نام مشہور ہوا اور آپ کا شہرہ دور دور ہوا تو مکہ کے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ نے باوجود استطاعت وثروت اس وقت تک فریضۂ حج نہ ادا کیا۔ اس کا چرچا پھیلا۔ یہ سن کر اُن بزرگ نے جو کہ چالیس سال سے خانۂ کعبہ کے مجاور تھے کہا کہ میں تو ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ محبوب الٰہی صبح کی نماز اول وقت خانۂ کعبہ میں ادا کرتے ہیں۔ یہ بات جب ان لوگوں نے بھی سنی جو دہلی سے حج کرنے جاتے تھے تو یہاں آکر لوگوں سے بیان کی سب کو تعجب اور تفحص ہوا مگر بوجہ آپ کی ہیبت اور عظمت کے کسی کو مجال آپ سے دریافت کرنے کی نہ ہوئی ایک روز آپ اپنے حجرہ میں تھے اور نماز صبح میں ابھی دیر تھی ایک مرید آپ کا پانی لئے در حجرہ پر استادہ تھا کہ حضرت طلب کریں تو پیش کردں جب قریب وقت نماز ہوا اور آپ نے پانی نہ طلب کیا تو وہ سمجھا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں۔ حجرہ کا دروازہ کھولا وہاں آپ کا نشان نہ ملا سمجھا کہ شاید چھت پر تشریف لے گئے ہوں۔ ڈھونڈھنے چھت پر آیا وہاں بھی آپ کو نہ پایا' اب تو وہ بہت گھبرایا ناچار حجرے کا دروازہ بند کر کے بدستور کھڑا ہو رہا۔ کچھ دیر بعد آپ نے پانی طلب کیا اتنے میں اور مرید بھی آگئے۔ آپ نے سب کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ بعد نماز اس مرید نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو سب جگہ ڈھونڈھا نہ پایا۔ یقین ہے کہ جو اہل مکہ کہتے ہیں سچ ہے۔ آپ برائے ادائے نماز فجر خانۂ کعبہ تشریف لے گئے ہوں گے۔ اور جو کچھ حاجیوں سے سنا تھا عرض کیا۔ آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بھلا میں اس قابل ہوں یہ تو اُس کی رحمت اور قدرت ہے کہ ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے مجھ کو اپنے اوپر

سوار کر کے خانہ کعبہ تک لیجاتی ہے اور پھر بعد ادائے نماز مجھ کو یہاں پہونچا جاتی ہے۔

صاحب سیر السالکین لکھتے ہیں کہ اکیانوے ۹۱ سال کی عمر میں جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آخر وقت مرض الموت میں شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی جو اُس وقت دہلی میں تھے آپ کی عیادت کو حاضر ہوئے اور چاہا کہ زمین پر بیٹھیں آپ نے اُن کو اپنے پلنگ پر بیٹھنے کو ارشاد فرمایا انھوں نے کہا کس کی طاقت ہے کہ محبوب الٰہی کے پلنگ پر قدم رکھے مگر وہی جو قطبیت اور محبوبیت کے مرتبے پر فائز ہوئے آپ نے مریدوں سے کہا کہ کرسی لاکر رکھدو جب کرسی آئی تو شیخ اُس پر بیٹھے اور بعد پرسش مزاج اور دریافت احوال عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و اولیاء کو موت و حیات میں بااختیار کیا ہے۔ اگر آپ کچھ دن اور اس کلبۂ احزن میں رہتے تو عباد اللہ آپ سے نفع حاصل کرتے اور ناقص کامل ہوجاتے۔ آپ نے فرمایا کہ اشتیاق دوست اس قدر ہے کہ ایک ساعت بھی اب یہاں رہنا شاق ہے۔ اب تو دل مضطر وصل کا مشتاق ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر شب عالم رویا میں یہ فرماتے دیکھتا ہوں کہ اے نظام الدین جلد میرے پہلو میں آ مجھکو اپنے فراق کی مصیبت سے چھڑا۔ یہ سنکر شیخ رکن الدین اور تمام حاضرین بے اختیار رو اُٹھے اُس کے بعد شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ حضرت کچھ وصیت فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ پیران چشت کے ایک بزرگ نے اپنے آخر وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کے قریب سماع کرانا اس کے بعد پھر قبر میں سُلانا۔ جب اُن بزرگ کی وفات ہوگئی تو مریدوں نے اُن کی وصیت کی تعمیل کی اور جنازے کے قریب سماع کہوایا۔ وہ حضرت اٹھ کھڑے ہوئے سات روز اسی طرح سماع کرایا آخر سب نے سماع کو موقوف کراکر اُن کو دفن کیا میں بھی انھیں کے قدم بہ قدم ہوں۔ میرے جنازے پر بھی تم سماع کرانا۔ چنانچہ بعد اس کے سات روز آپ

کو بول و براز بند رہا۔ آٹھویں روز آپ نے خواجہ اقبال کو طلب کیا اور حکم دیا کہ جو کچھ نقد و جنس موجود ہو سب میرے سامنے لا۔ انھوں نے عرض کیا کہ روزانہ جو فتوح ہوتا ہے خرچ میں آتا ہے دوسرے روز کے لئے نہیں رکھا جاتا صرف ایک ہزار من غلہ آج کے صرف کا موجود ہے فرمایا کہ ابھی غربا کو تقسیم کردے اور میرے کپڑوں کی گٹھری مجھے لاکر دے جب اس نے گٹھری حاضر کی تو آپ نے ایک دستار اور ایک کرتہ اور مصلے اور مسند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا اور دکن کی جانب رخصت فرمایا اور باقی اور مریدوں کو مرحمت ہوا حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی اس وقت حاضر نہ تھے اُن کی بابتہ آپ نے نہ کچھ فرمایا نہ کسی کو امانتاً اُن کے واسطے کچھ عطا کیا۔ حاضرین محفل کو اس سے تفکر پیدا ہوا مگر عرض کرنے کی جرأت کسی میں نہ تھی کہ شیخ نصیرالدین کو بھی کچھ عطا ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد خاص طور سے نصیرالدین چراغ دہلی کو بلاکر وہ چیزیں جو آپ کو بابا فرید علیہ الرحمۃ سے ملی تھیں اور تبرکات بزرگان چشتیہ کے نام سے موسوم تھیں عطا فرمائیں اور ارشاد کیا کہ تم دہلی میں رہنا اور جفائے مردم سہنا اُس کے بعد نماز عصر ادا کی اور ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ بتاریخ ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ بروز چہار شنبہ اس خورشید انور محبوب داور نے پردۂ عدم میں منہ چھپالیا۔ یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ آپ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور ربیع الآخر میں اس جہان فانی سے انتقال فرماگئے۔ آپ کی میت کی نماز شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور فرمایا کہ آج مجھ پر یہ راز کھلا کہ چار سال سے جو میں نماز جنازہ کے لئے مامور ہوا اس میں یہ حکمت تھی کہ سلطان المشائخ کے نماز جنازہ سے شرفیاب ہوں۔ اس کے بعد شیخ نے آپ کی وصیت کے موافق قوال طلب کئے قریب جنازہ سماع کرانا چاہا تو آپ کے خلفاء نے منع کیا اور کہا کہ بمجرد سماع سننے کے آپ کھڑے ہو جائیں گے پھر تا قیامت اس سے باز نہ آئیں گے ایسا غضب نہ کیجئے اور آپ کو یوں

ہی دفن کردیجئے چنانچہ یہ بات شیخ رکن الدین کی بھی سمجھ میں آگئی اور جنازے کو اٹھا کر لے چلے راہ میں ایک طوائف اپنے کمرے پر بیٹھی امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا یہ شعر گا رہی تھی۔ **شعر**

اے تماشا گاہ عالم روئے تو   تو کجا بہر تماشا می روی

یہ سنتے ہی دست مبارک آپ کا کفن سے باہر نکل آیا شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اس طوائف کو منع کیا جب تک جنازہ قبر کے قریب آیا ہاتھ اسی طرح کفن سے باہر نکلا رہا۔ قبر میں اُتارتے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے عرض کیا کہ برہان شما ازیں ہم بیشتر است اگر دست گرد آید بہتر باشد چراکہ قدم سید درمیان است یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہوگیا۔ پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اتارا اور قبر سے نکلتے ہی بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے سبب بیہوشی دریافت کیا شیخ نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت ہیں جیسے ہی میں نے آپ کو قبر میں اُتارا روحانیت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر فوراً آپ کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ میں اُن کے نور پر سرور سے بیہوش ہوگیا۔

روضہ متبرکہ آپ کا بمقام غیاث پور متصل شاہ جہان آباد درگاہ نظام الدین اولیاء کے نام سے زیارت گاہ خاص و عام ہے اور عجب پُر فضا مقام ہے۔

ذکر شیخ المشائخ حضرت مخدوم العالمین

سیّد علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ خاندان سادات میں سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے مرید اور بھانجے ہیں، کیونکہ حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج قدس سرہ کے والد ماجد خواجہ سلیمان جمال الدین علیہ الرحمۃ نے اپنی صاحبزادی ہاجرہ عرف جمیلہ خاتون کا نکاح ستر ہ جمادی الثانی ۵۷۱ھ کو سیّدنا حضرت عبداللہ قدس سرہٗ ہراتی کے ساتھ کیا اور آپ کی پیدائش ماہ ربیع الاول ۵۹۲ھ شب پنجشنبہ کو بوقت صبح صادق وقوع میں آئی اور ہنوز آپ کا سن مبارک صرف سات سال ہی تھا کہ آپ کے والد ماجد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اور نسب نامہ مادری حضرت کا اِس طرح ہے کہ نام مبارک آپ کی والدہ ماجدہ کا ہاجرہ بی بی عرف جمیلہ خاتون ہے دختر حضرت خواجہ سلیمان جمال الدین بن شیخ شعیب بن شیخ سلطان احمد بن سلطان محمد یوسف بن شیخ محمد اکبر بن احمد یوسف شاہ بن شہاب الدین علی عرف فرخ شاہ بادشاہ کابل اس صورت میں نسب آپ کا پندرھویں پیڑھی میں ابراہیم بن ادھمؒ بلخی سے جا کر مِل جاتا ہے اور والدہ ماجدہ آپ کی صدیقی ہیں۔ اور نسب نامہ آپ کا پدری یوں ہے کہ نام نامی واسم گرامی آپ کے والد ماجد کا سیّد عبداللہ بن سید فتح اللہ بن سید نور محمد بن سید امجد بن سید غیاث الدین بن سیّد بہاؤ الدین بن سیّد داؤد بن تاج الدین آپ کے پدری نسب نامہ میں

بہت لوگوں نے اختلاف کیا ہے لیکن یہ نسب نامہ بالکل صحیح ہے اور آپ سادات حسینی ہیں۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت سید عبداللہ قدس سرہ العزیز کا انتقال ہوگیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کی گذراوقات بدقت ہونے لگی حتیٰ کہ خورد و نوش کی جب تکلیف حد سے متجاوز ہوگئی تو اپنے حقیقی بھائی حضرت بابا فریدالدین مسعود شکر گنجؒ کی خدمت میں پاک پٹن شریف پہونچیں اور عرض کیا کہ بھائی میرے علی احمد کو اپنی فرزندی میں لیجئے اور اس یتیم بچے کی پرورش فرمائیے اور تعلیم دیجئے بابا صاحب نے منظور فرمایا اور وعدہ کیا کہ انشاءاللہ بعد تکمیل علوم ظاہری رموز طریقت سے بھی فیضیاب کروں گا چنانچہ تین سال میں علم ظاہری اس قدر آپ نے حاصل کیا کہ بابا صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی اور دوسرا مجھ سے چھ سال میں بھی اتنا نہ حاصل کرتا۔ بعد تین سال کے آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بھائی سے اپنے مکان جانے کا جو کہ ہرات میں تھا ارادہ ظاہر کیا اور عرض کیا کہ بشرط زندگی انشاءاللہ بارہ سال کے بعد واپسی میں آنکران کی شادی کروں گی بابا صاحب نے تبسم فرمایا اور بلا کر آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے روبرو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمایا اور رموز سینہ سے آگاہ فرمایا اور اسرار معرفت و نکات طریقت و رموز حقیقت سے سرفراز کیا۔ وقت روانگی آپ کی والدہ نے بابا صاحب سے عرض کیا کہ میرے علی احمد کو بھوکا نہ رکھنا چنانچہ بابا صاحب نے لنگر خانے میں لنگر تقسیم کرنے کی خدمت آپ کے سپرد کی اور فرمایا کہ فقراء و مساکین کو کھانا تقسیم کرنا اور باورچی خانہ کا انتظام تمہاری سپرد ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ یہ معلوم کرکے نہایت خوش ہوئیں اور بد لجمعی اپنے مکان کو بمقام ہرات تشریف لے گئیں اور چلتے وقت بھائی سے پھر کہنے لگیں کہ میرے علی احمد کو بھوکا نہ رکھنا تقسیم لنگر کے واسطے آپ نے ہمیشہ یہ دستور رکھا کہ اپنے حجرۂ مبارک سے بعد فراغت نماز اشراق باہر تشریف لاتے اور تمام دن لنگر تقسیم فرماتے اور

بعد نماز اپنے حجرے میں تشریف لیجاتے اور دروازہ بند کر کے صبح تک اُن مشاغل میں جو بابا صاحب نے تلقین فرمائے تھے مستغرق رہتے۔ باختلاف الروایات مشہورہ آپ نے ایک سال یا بارہ سال تک باوجود اس کے کہ آپ تمام دن لنگر تقسیم فرماتے تھے کبھی ایک دانہ بھی نہ کھایا اور اسی دوران میں علوم باطنی کی تکمیل سے آپ نے فراغت پائی اور بہ سبب ریاضات اور مجاہدات کے آپ کبھی ایک لمحہ کو بھی آرام نہ حاصل کرتے تھے جب حسب وعدہ بعد بارہ سال کے آپ کی والدہ صاحبہ پاک پٹن شریف تشریف لائیں تو آپ کا یہ عالم دیکھا کہ بوجہ فاقہ کشی وکثرت عبادت وریاضت جسم اطہر میں بجز پوست واستخواں کچھ باقی نہیں ہے اور جسم اطہر کا رنگ بالکل زرد ہو رہا ہے تو آپ کی والدہ کو نہایت حیرت ہوئی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بچشم نم بایں الفاظ عرض کیا کہ اے بھائی میں نے انتہائی منت وسماجت سے آپ سے رخصت ہوتے وقت عرض کیا تھا کہ میرے علی احمد کو بھوکا نہ رکھنا آپ کے لنگر خانۂ عالی سے ہزاروں بندگانِ خدا شکم سیر ہوتے ہیں، اور میرے اس دُرِ یتیم کا آپ نے کوئی حصہ قرار نہ دیا۔ بابا صاحب قدس سرہ العزیز نے بہن سے یہ سُنکر فرمایا کہ میں نے تمہارے روبرو ہی تمہارے لختِ جگر کو لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیدیا تھا اور تمام لنگر کی تقسیم اور باورچی خانہ کا جملہ انتظام تمہارے فرزند سعادت مند کی ہی سپرد کر دیا تھا پھر انھوں نے کس وجہ سے کھانا نہ کھایا مرشد روشن ضمیر کا حکم سُنکر حضرت مخدوم صاحب نے مؤدب بکمال عاجزی عرض کیا کہ قبلہ وکعبہ کا ارشاد عالی بجا درست ہے اس ناچیز کو صرف تقسیم کے واسطے حکم ہوا تھا میری کیا ہمت وجرأت تھی کہ ایک دانہ بھی اُس میں سے چکھ لیتا۔ یہ صبر واستقلال دیکھ کر حضرت بابا صاحب کا بحر ناپیدا کنار کہ جو انوار تجلیات ربانیہ سے ماموربھا جوش زن ہوا، اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ اے صابر تو نے میرے صبر کو اپنے دل میں خوب جگہ دی

ہے اور یہ کہکر آپ نے سینہ سے لگالیا اور اپنا سینہ حضرت مخدوم صابر کے سینۂ بے کینہ سے ملادیا اور اُسی وقت سے تمام علوم ظاہری اور باطنی آپ پر منکشف ہوگئے اور بابا صاحب نے ہمشیرہ سے فرمایا کہ آج سے میں نے علی احمد کو صابر کا لقب عنایت کیا اور اسی وقت تمام اولیائے عظام سلسلہ کی ارواح طیبہ و طاہرہ نے آپ کے دل کو نزول واجلال سے دولت و نعمت ظاہری و باطنی کا گنجینہ بے بہا بنادیا بعدہٗ آپ کی والدہ نے حضرت بابا فریدالدین مسعود شکر گنج سے عرض کیا کہ میری خواہش و تمنا ہے کہ مخدوم صابر کا نکاح آپ اپنی چھوٹی صاحبزادی خدیجہ بیگم عرف شریفہ بنت بی بی خاتون دختر سلطان غیاث الدین سے ہونا منظور فرمائیے' بابا صاحب نے ہمشیرہ کو بیحد سمجھایا کہ دیکھو مخدوم صاحب کی شادی ہونا ٹھیک نہیں وہ شادی کے قابل نہیں ہیں کیونکہ اُن پر ہر وقت جذبہ کی حالت طاری رہتی ہے اُن کو دنیا سے واسطہ رکھنے کا خیال ہی نہیں لیکن بابا صاحب کو ہمشیرہ صاحبہ نے یہ کہہ کر مجبور کردیا کہ شاید آپ کو یہ خیال گزرا کہ بچہ یتیم اور والدہ اُس کی بیوہ ہے چنانچہ بابا صاحب نے ۲۱ ماہ شوال ۶۱۳ھ کو حضرت مخدوم صابرؒ کا نکاح اپنی دختر سے کردیا اور حضرت مخدوم صابرؒ کو اپنی فرزندی میں قبول کیا بعد چار ماہ کے ماہ محرم ۶۱۴ھ میں آپ کی بیوی نے دنیائے فانی سے طرف ملک جاودانی انتقال کیا۔ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کے بعد آپ ایک عرصے تک بابا صاحب کی خدمت بابرکت میں رہے اور نعمت دارین حاصل کرتے رہے حتی کہ آثار ولایت آپ سے ظہور میں آنے لگے اور درجۂ کمال حاصل ہوگیا تو سلطان العارفین امام العاشقین ہادی راہ متین بابا فریدالدین مسعود شکر گنج قدس سرہ العزیز نے ایک مجلس چند اولیائے عظام سے مرتب کر کے حضرت مخدوم صاحب کو اپنے روبرو بٹھایا اور اپنی کلاہ مبارک آپ کے فرق مبارک پر رکھکر ایک عمامہ سبز سر پر باندھا اور جبہ اقدس پہنایا اور مقراض اور ایک عصا اور ایک کاسہ اور ایک مصلّٰے عنایت

فرمایا اور امامت بیعت اور احکامات خاندان چشتیہ سے مشرف فرمایا۔ اور حاضرین مجلس کو خطاب باطنی سے مطلع کر دیا اور ایک تحریر بطور ولایت نامہ کے آپ کو دیکر دہلی میں قیام فرمانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ پیشتر جمال الدین قطب ہانسوی سے ہانسی جاکر شیخ صاحب موصوف کی مُہر اپنے قطبیت نامہ پر کروالینا اس کے بعد دہلی کا قصد کرنا چنانچہ حضرت مخدوم ہانسی کو روانہ ہوئے اور چنڈول پر سوار ہو کر ہانسی پہونچے اور چنڈول میں سوار ہی خانقاہ شریفی قطب صاحب تک آپ تشریف لے گئے گو یہ صورت قطب صاحب کو ناگوار ضرور ہوئی لیکن طوعاً کرہاً بیرونی دروازے سے فرش تک حضرت مخدوم صاحب کا استقبال کیا اور آپ کو مسند پر بٹھایا بعدہٗ اس کے نماز مغرب دونوں بزرگان نے ایک ساتھ ادا کی بعد فراغت نماز آپ نے پروانہ قطبیت پیش کر کے دہلی جانے کی وجہ بیان کی قطب صاحب نے فرمان کو لیکر چونکہ اُس وقت چراغ موجود نہ تھا فرمایا کہ صبح پر ملتوی رکھئے آپ نے نہایت مصر ہو کر چراغ منگوایا اتفاقاً قریب آتے آتے ہوا کا جھونکا لگا چراغ گل ہو گیا آپ نے فوراً اپنی انگشت مبارک پر کچھ پڑھ کر دم کیا انگشت مبارک مثل چراغ کے روشن ہو گئی' قطب صاحب نے جو آپ کا یہ جلال ملاحظہ فرمایا تو نہایت برانگیختہ ہو کر فرمان کو چاک کر دیا اور فرمایا کہ اہالیان دہلی آپ کے اس جلال اور آتشین مزاجی کے متحمل نہیں ہو سکتے آپ تو اس صورت سے ایکدم میں سب کو پھونک ڈالیں گے۔

یہ دیکھ کر حضرت مخدوم صابر صاحب کو بھی غصّہ آگیا اور آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نے فرمان قطبیت کو چاک کر ڈالا تو میں نے آپ کے قطبیت کے سلسلہ کو چاک کر دیا جس وقت ہانسی میں یہ واقعہ گزر رہا تھا سراج العارفین حضرت بابا فریدالدین مسعود شکر گنجؒ کو کشف کمالات سے حرف بحرف کا تمام علم ہو رہا ہے اور آپ اس وقت وضو کر رہے تھے اس واقعہ

کے کشف پر آپ نے سکوت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا خیر کرے کہ دو بڑے زبردست پہلوانوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ القصہ حضرت مخدوم صاحب قطب صاحب سے بعد نزاع لفظی رخصت ہو کر بعد انقضائے عرصہ چار یا پانچ یوم خدمت بابرکت حضرت بابا صاحب میں تشریف لائے اور سرگذشت ہانسی اپنے ہادی برحق سے بیان فرمائی بابا صاحب نے فرمایا کہ تم نے اُس کے جواب میں کہ انھوں نے فرمان قطب چاک کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں نے غصہ میں صرف اتنا کہدیا کہ اگر آپ نے فرمان قطبیت کو چاک کیا تو میں نے آپ سے سلسلہ قطبیت کو توڑ ڈالا۔ آپ نے فرمایا خیر مشیت ایزدی لیکن بھئی جس کو جمال نے پھاڑ ڈالا اُسے میں سی نہیں سکتا سمجھ لو کہ وہ پھٹ ہی گیا لیکن یہ تو بتلاؤ کہ تم نے اُن کے سلسلہ قطبیت کو آخر سے پھاڑا یا اوّل سے آپ نے فرمایا کہ اوّل سے بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی خیریت ہوئی کہ تم نے آخر سے نہ کہا اب میں تم کو بتلاتا ہوں کہ تمہارے مریدوں میں ایک قطب ہوگا اور وہ دعا کرے گا اور پروردگار عالم اُس کی دعا کی برکت سے سلسلہ ہانسی کو جاری رکھے گا اور حضرت مخدوم صاحب کے واسطے بابا صاحب نے دعائے خیر فرمائی اور بابا صاحب کی دعا کا اشارہ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ کی طرف تھا جو کہ حضرت مخدوم صابرؒ کے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے چونکہ حضرت مخدوم صابرؒ کی زبان نہایت با اثر تھی جیسا آپ فرماتے ضرور اس کا اثر ظاہر ہوتا' چنانچہ حضرت قطب جمالؒ کے دو صاحبزادے تھے بڑے صاحبزادے جو کہ علم وفضل میں درجہ کمال رکھتے تھے عشق الٰہی میں سرشار ہو کر قطب صاحب کی حیات میں ہی راہی ملک بقا ہو گئے قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون اور چھوٹے صاحبزادے حضرت قطب الدین منور نے حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنجؒ سے بعد انتقال حضرت قطب جمال صاحب علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا اور حضرت بابا صاحب نے نعمت ظاہری اور

باطنی سے سرفراز فرمایا لیکن اعزاز خلافت اور شرف اجازت بیع آپ کو بھی نہیں
حاصل ہوا اسی حالت میں آپ نے رحلت فرمائی قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون
بعد آپ کے ایک صاحبزادے حضرت برہان الدین صاحب حضرت جلال
الدین پانی پتیؒ کے مرید ہوئے اور فیوض و برکات حاصل کیں اور علوم ظاہری
و باطنی میں درجہ کمال حاصل کیا اور بابا صاحب کی پیشن گوئی کی تصدیق
ہوئی اور سلسلۂ قطبیت جمال ہانسوی پھر جاری ہو گیا صاحب سیر الاقطاب
تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلہ قطبیت شیخ جمال الدین ہانسوی جو بدعائے حضرت
مخدوم صاحب بند ہو گیا تھا بدعائے حضرت جلال الدین پانی پتی علیہ الرحمۃ
دوبارہ جاری ہو گیا بعض کا قول ہے کہ حضرت قطب الدین منورؒ کو حضرت
نظام الدین سلطان الاولیاء سے اجازت بیعت عنایت ہوئی اور آپ
حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء کے خلیفہ ہیں اور آپ کا سلسلہ نظامیہ
ہوا ایسی حالت میں ہم حضرت بابا صاحب کے قول کی تکذیب تو نہیں کر سکتے
ممکن ہے کہ آپ نے حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء سے بھی فیوض و
برکات حاصل کی ہوں اور آپ کو خاندان نظامیہ سے بھی اجازت بیعت کا شرف
حاصل ہو لیکن ہم بابا صاحب کی پیشن گوئی کے مطابق آپ کا سلسلہ چشتی
صابری قرار دیں باقی حالات حضرت مخدوم صابرؒ کی سیرۃ مبارکہ کے متعلق
تحریر کرتے ہیں کہ زبان مبارک سے آپ جو کچھ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا حضرت
خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے بارہا
ایسا ہوتا تھا کہ تعمیل ارشاد میں دیر یا غلطی سرزد ہو گئی تو آپ نے غصے میں
فرمادیا کہ کیا اندھے ہو گئے ہو لیفور ارشاد عالی حضرت خواجہ شمس الدین ترک
پانی پتی نابینا ہو جاتے بعد میں حضرت مخدوم صابرؒ اللہ سے دعا فرماتے کہ
اے رب العالمین میرا ایک ہی تو خادم ہے' فوراً بصارت عود کر آتی آپ کی
دعائے مبارک میں کمال اثر تھا زہد و اتقا بدرجہ کمال تھا سماع سے بیحد ذوق

تھا حتیٰ کہ سماع کے ذوق میں ہی آپ نے رحلت فرمائی جلال آپ کا بہت زیادہ تھا ہر وقت جذبہ طاری رہتا تھا بہ سبب فراوانی جلال جس جگہ پر آپ گہری نظر ڈالتے فوراً آگ لگ جاتی تھی خلق خدا کی صحبت سے تنفر تھا اہل دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے ہر شخص آپ کے سامنے آتے ہی لرزہ براندام ہو جاتا تھا مجرّدی اور گوشہ نشینی سے اُنس تھا لباس کے متعلق جب سے آپ کلیر شریف میں تشریف فرما ہوئے کبھی کوئی کپڑا سر پر نہ رکھا البتہ قیام کلیر شریف سے پیشتر گاہے گاہے کاہی رنگ کا عمامہ آپ نے سر پر باندھا نعلین کبھی آپ نے نہیں پہنیں صرف تہ بند آپ باندھتے تھے اور خرقہ مبارک گل ارمنی کے رنگ کا آپ پہنتے تھے اگر کبھی سفید کپڑا آپ استعمال کرتے تو وہ بھی ہمیشہ مذکورہ رنگ کا ہو جاتا حلیہ مبارک آپ کا حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے کہ جن کو سب سے زیادہ شرف خدمت و باریابی حاصل ہے اور حضرت محبوب الٰہی سیّد نظام الدین سلطان الاولیاء دہلوی، نیز بدایونیؒ کے مکتوب سے جو کہ ہر دو بزرگان مذکورہ کے مشورہ اور صلاح سے مرتب ہوا ہے ہدیہ ناظرین ہے مرقوم ہے کہ فرق مبارک پر بال تمام سیاہ تھے جو کہ ایام طفولیت سے کبھی ترشوائے نہ گئے تھے، گوش فراخ، پیشانی مبارک بلند و کشادہ۔ ابرو دراز چشمان حقیقت بیں دراز و سیاہ۔ بینی بلند۔ لب باریک۔ دہان تنگ۔ دندان مبارک اوسط درجہ کشادہ زبان فیض ترجمان باریک زیر زنخدان موئے محاسن شریف نہایت باریک اور ملائم چہرۂ جہانتاب عرض و طول میں متوسط نور افشاں گردن کشادہ شانہ بزرگ سینہ خزینۂ معرفت الٰہی فراخ و کشادہ دست حق پرست دراز پنجۂ مبارک طویل اور انگشت ہائے مبارک بہ تناسب پنجہ ناخن نہایت آبدار و صاف کمر باریک درمیان سینہ اور ناف سیاہ بال قد و قامت میانہ و راست اور پائے مبارک راست نہایت موزوں، اور انگشت ہائے پائے مبارک باریک و طویل اور سب سے زیادہ آپ کے حلیۂ مبارک میں قابل ذکر

یہ کہ بجانب پشت نیچے شانہ راست کے مقام پر ایک باریک دائرے کے اندر
ہذا ولی اللہ بخط جلی مرقوم تھا۔

اب ہم کچھ مختصر حالات حضرت قطب جمال ہانسوی کے بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جس وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کا دہلی میں انتقال ہوا اُس وقت حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج ہانسی میں موجود تھے اُس وقت آپ نے یہ شرف اختصاص یعنی رتبہ قطبیت حضرت جمال ہانسوی کو عنایت فرمایا تھا اور حضرت بابا صاحب نے اسی وجہ سے بارہ سال ہانسی میں قیام رکھا تھا بابا صاحب کو شیخ جمال ہانسوی سے اس قدر محبت تھی کہ بارہا آپ فرماتے تھے کہ اے جمال دل چاہتا ہے کہ میں تیرے اوپر سے قربان ہو جاؤں اور جب کبھی کسی کو حضرت بابا صاحب خلافت نامہ تحریر فرماتے شیخ جمال ہانسوی کی مُہر ثبت کرانے کا ضرور حکم صادر فرماتے اب تک کرامت شیخ جمال ہانسوی ظاہر ہے کہ اُن کی اولاد میں سے کسی کو کوئی درندہ یا گزندہ نہیں کاٹتا ہے اگر اتفاقاً کسی نے منہ مار بھی دیا تو وہ جانور خود مر جاتا ہے آپ کی اولاد پر اُس کے زہر کا مطلق اثر نہیں ہوتا حضرت قطب جمال ہانسوی آپ کے خلفائے عظام اور نہایت منظور نظر تھے حضرت قطب جمال صاحب کی تمام تصنیفات علم تصوف سے لبریز ہیں اور نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔

اب ہم حالات روانگی کلیر شریف حضرت مخدوم صابرؒ اور نیز واقعات معتبر دوران قیام کلیر شریف کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں کہ جب حضرت مخدوم ہانسی سے واپس تشریف لائے شرف صحبت بابا صاحب سے مزید مستفیض ہوتے رہے حتیٰ کہ سن مبارک آپ کا اٹھاون ۵۸ سال تھا تو بابا صاحب نے یہ سمجھکر کہ آپ کا دہلی جانا غیر درست ہے خرقۂ خلافت اور دستار اور مقراض و عصا و پیالہ عنایت فرما کر ایک حکم نامہ بحکم خدا ایں الفاظ تحریر کر کے آپ کو عطا فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی قدم احسانہ علی منہ واخر شکورہ علی نعمتہ ھوالاول والآخر والظاھر والباطن لا مؤخر لما قدم ولا مقدم لما اخر ولا معلن لما ابطن ولا نخفی لاظاھر ولا یکاد ونطوالاوائل والاواخر علی ویمعہ بینہ اعتبار ولقائلا والصلوٰۃ علی رسولہ المصطفیٰ محمد والہ واصل الورد والدارتضیٰ۔

امابعد فاعلموا ایّہا الحاضرون الغائبون ان اللہ تعالےٰ اعطی خرقۃ وقلنسوۃ فی لیلۃ المعراج الی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہو اعطی سیدنا اسد اللہ تعالےٰ رضی اللہ عنہ وہو اعطی سیدنا خواجہ حسن البصری رضی اللہ عنہ وہو اعطی علے الخواجہ ابراہیم بن ادھم نور اللہ مرقدہ وہو اعطی الخواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ تعالےٰ وہو اعطی الخواجہ ہبیرۃ البصری قدس سرہ وہو اعطی الخواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علی الباری بمعہ ولایت دینوری وہو اعطی الخواجہ قطب الدین ابواسحاق نور اللہ مرقدہ بمعہ ولایت شام وہو اعطی الخواجہ احمد ابدال رحمۃ اللہ تعالےٰ معہ ولایت سیستان وہو اعطی الخواجہ ابو محمد محترم نور اللہ مرقدہ وہو اعطی الخواجہ ناصر الدین ابو یوسف قدس سرہ العزیز وہو اعطی الخواجہ قطب الدین مودود رحمۃ اللہ تعالےٰ وہو اعطی الخواجہ حاجی شریف زندانی رحؒ وہو اعطی الخواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز نور اللہ تربتہٗ وہو اعطی الخواجہ سیّد معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ تعالےٰ بمعہ ولایت ہند وہو اعطی الخواجہ سیّد قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ معہ ولایت دہلی وہو اعطی الاضعف الفقیر فرید ارحمہ اللہ المجید وانا اعطیت خرقۃ وقلنسوۃ مقراضا وعصا وکاسا ومصلےٰ وسلّمت مافی قلبی وروحی وظاہری وباطنی معہ نظامت دہلی الولد الرشید قرۃ العین الامام التقی المرضی قطب المشائخ زین الائمۃ والعلماء مفخر الاجلۃ والی الیقاء علاء الملۃ والدین شیخ علاؤ الدین علی احمد ملقب بہ صابر قدس سرہ العزیز فی الدارین وعظمت اللہ

واہان اللہ من اہانہ اعانہ اللہ تعالےٰ علیٰ ابتغاء مرضات اللہ وانالہ المنتہیٰ رحمۃ و اعلیٰ درجات سبقا بعد سبق من اولہ الیٰ آخرہ بشرط بذل الجد والاجتہاد۔ فی الصحیح التصحیح من الدال وعلیہ المحلول واللہ والمیسرۃ حرزۃ ہذہ الاسطر فقیر الفرید بیدی کان ذلک فی یوم الجمعۃ احدی عشر ذی الحجۃ سنۃ اثنی وخمسین و سنۃ ماثمن ہجرۃ النبوۃ ادامہ اللہ علیہ وخلل حماہ بارک اللہ۔

چونکہ ابھی کلیر شریف میں ظہور اسلام کو صرف اڑتالیس[۴۸] سال گذرے تھے بھمراہی علیم اللہ ابدال حضرت مخدوم صابر صاحب کو کلیر شریف تشریف لیجانے کا حکم دیا تھا چنانچہ آپ اسم اعظم کا ورد کرتے ہوئے جو کہ مرشد برحق کی توجہ مخصوصہ سے آپ کے لوح دل پر منقش ہو گیا تھا بعد طے مسافت دو یوم کے رونق بخش کلیر شریف ہوئے اور وہ اُس وقت بفراوانی علماء و فضلا و رؤسا معدن علم و فضل بن رہا تھا سب سے پیشتر ہر سہ اشخاص مذکورہ یعنی مسماۃ گلزار وی وعبد الصمد انصاری کے صاحبزادے بہاؤ الدین اور جمال روغن گر آپ کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہوئے اور حضرت مخدوم صابر صاحب کو اپنے مکان پر لے گئے آپ نے بہاؤ الدین کے مکان پر قیام رکھنا پسند فرمایا۔ جمعہ کے دن پہلی مرتبہ جب آپ جامع مسجد کلیر شریف میں تشریف لے گئے تو صف اوّل میں قریب ممبر رونق افروز ہوئے بعد اس کے جو نمازی آتا اپنی خالی جگہ نہ پاکر آپ کو وہاں سے دوسری جگہ تبدیل کرنے کو کہتا کیونکہ وہاں ہر شخص نے اپنی نماز کی جگہ مسجد میں مخصوص کر رکھی تھی کسی دوسرے شخص کو اپنی جگہ پر نہ بیٹھنے دیتا اسی وجہ سے ہر شخص آپ کو اپنی جگہ سے اُٹھ جانے کو کہتا مجبوراً آپ وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ جاتے نوبت بایں جا رسید کہ آپ پیچھے ہٹتے ہٹتے جامع مسجد کے باہر آگئے اور کسی ایک نے بھی آپ کو ہٹانے میں ہمدردی نہ کی اُس وقت آپ کے عقیدت مند بہاؤ الدین و جمال روغن گر نے اس انبوہ کثیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کے بندو آپ اس شہر کے صاحب ولایت ہیں آپ

کا اتباع کرو اس مخاطبہ سے بہاؤ الدین وجمال روغن گر کے اُس گروہ بداندیش نے بیک آواز کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی آپ کو یہاں کی ولایت حاصل ہے حضرت مخدوم صاحب نے اُس کے جواب میں خلافت نامہ جو حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج سے آپ کو تفویض ہوا تھا بطور ثبوت ودلیل دکھلایا اور فرمایا کہ فقیر کے پاس سند موجود ہے اور یہی سند ذریعہ تعلیم طریقت ہے اُس وقت اور سب لوگ تو خاموش رہے لیکن امیر کلیر نے حضرت سے کہا کہ میری بکری کہ جس کا نام میں نے حرمنہ رکھا تھا آج عرصہ تین ماہ کا ہوا کہ وہ گم ہوگئی ہے۔ واقعی اگر آپ صاحب ولایت ہیں تو اس کا پتہ بتلایئے کہ وہ کہاں گئی اگر آپ اس کا پتہ بتلادیں گے تو ہم لوگ آپ کی ولایت کو تسلیم کرکے آپ کا اتباع کریں گے آپ نے ایک آواز دی کہ بکری کے کھانے والو آجاؤ چنانچہ بفور ارشاد عالی ستائیس ۲۷ مرد کلیر میں سے نہایت بدحواس اور پریشان خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے کئی مرتبہ ان سے حضرت مخدوم صابرؒ نے دریافت فرمایا کہ ان کی بکری تم لوگوں نے کس جگہ ذبح کرکے بھونکر کھائی ہے بتاؤ، وہ سب کے سب انکار کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ بہتر تو یہی کہ تم لوگ بتادو ورنہ راز فاش ہو جائیگا اُن لوگوں نے جواب دیا کہ آپ ضرور راز فاش کردیں، اگر آپ سے ممکن ہو چنانچہ آپ نے امیر کلیر سے فرمایا کہ تم اپنی بکری کا نام لے کر آواز دو بکری تم کو اپنا پتہ خود بتادے گی، چنانچہ آپ کے حکم کے بموجب امیر کلیر نے حرمنہ کہکر بکری کو آواز دی بمجرد آواز ان ستائیس ۲۷ شخصوں کے پیٹ سے علیحدہ علیحدہ آواز آئی کہ میرا اتنا اتنا حصہ ان میں سے فلاں فلاں کے پیٹ میں ہے۔ اور نیز یہ کہ میرا گوشت ان لوگوں نے کھا لیا ہے اور ہڈیاں چاہ صداق جو کہ امیر ذموان نے نہایت گہرا کنواں کھدوایا تھا اس لئے کہ جس پر عتاب ہو اُس میں ڈالدیا جاوے، اُس میں ڈال دی ہیں، قاضی تبرک نے آپ کی کرامت کو دیکھ کر کہا کہ یہ ولایت نہیں بلکہ جادو ہے چونکہ قاضی صاحب کا اثر کلیر شریف میں زیادہ تھا اُن کے کہنے سے اور لوگ

بھی بدگمان ہو گئے اور حضرت مخدوم صابر تبسّم فرماتے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شکر رب قدیر ہے کہ اس احقر العباد سے بھی سنت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج ادا ہو گئی پھر اپنی قیام گاہ پر آنکر ایک عریضہ مرشد برحق یعنی بابا فرید الدین مسعود شکر گنج قدس سرہ العزیز کی خدمت فیضدرجت میں اہالیان کلیر شریف کے تفصیلی حالات کا روانہ فرمایا بابا صاحب نے جواب بدست علیم اللہ ابدال مطابق حکم حدیث آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مع آیات قرآنی اور ایک فتویٰ قاضی تبرک کو اپنی مُہر ثبت فرماکر بدست علیم اللہ ابدال روانہ فرمایا قاضی تبرک صاحب نے نہایت ناعاقبت اندیشی سے فتوے کو چاک کر کے اُس کی پشت پر تحریر کر دیا کہ تمہارے خلیفہ کو ہم کیسے امام مان لیں امامت تو قدیم سے ہمارے یہاں چلی آتی ہے بعدہٗ آپ کے پاس بھجوا دیا حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ فتویٰ چاک کرنے کی کیا ضرورت تھی، بلا اس کے بھی ہر جواب دے سکتے تھے چنانچہ حضرت صابر صاحب نے بدست علیم اللہ ابدال اپنی جانب سے ایک عرضی اور وہ فتویٰ جس کو کہ قاضی تبرک نے چاک کر دیا تھا حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج ؒ کی خدمت میں روانہ فرمایا بابا صاحب نے بحوالہ آیت قرآن مجید اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اور صاحبان حکم کی جو تم میں سے ہوں نیز یہ کہ اگر تم لوگ حضرت مخدوم علی احمد علاؤ الدین صابر ؒ کا اتباع نہ کرو گے تو تاحشر پچھتاؤ گے کیونکہ آپ یعنی حضرت مخدوم صابر ؒ آل نبی ؐ اور اولاد علی ؓ سے ہیں نہایت افسوس ہے کہ تم لوگ آل نبی ؐ اور اولاد علی ؓ پر امامت میں سبقت کرتے ہو یاد رکھو کہ جس خدائے برحق نے تم کو والی شہر بنایا ہے اُس خدائے قوی و قادر نے حضرت مخدوم صابر ؒ کو درجہ امامت پر مقرر فرمایا ہے لکھ کر اور مُہر ثبت کر کے بنام امیر شہر کلیر شریف معرفت علیم اللہ

ابدال روانہ فرمایا آپ کے حسب الحکم علیم اللہ ابدال نے امیر شہر کو پہونچا دیا امیر شہر
نے قاضی تبرک سے جواب کے واسطے مشورہ کیا قاضی صاحب نے فرمایا
کہ یہ سب باتیں بالکل لغو ہیں امیر شہر نے بایماء قاضی صاحب بابا صاحب
کی تحریر کو چاک کر ڈالا اور کہدیا کہ جیسا ہوگا ویسا دیکھا جائے گا اور چاک
شدہ تحریر حوالے علیم اللہ ابدال کی حضرت مخدوم صابرؒ وہ چاک شدہ تحریر
بمعہ ایک عرضی کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ حضور عالی کو اس معاملہ میں اختیار کلی
ہے لیکن فقیر کو ان واقعات نے نہایت صدمہ پہونچایا ہے ہر وقت الہام ہوتا ہے
حضور پُرنور کو سب حالات فقیر کے روشن وعیاں ہیں براہ نوازش جلد اس
صدمۂ جانکاہ سے خلاصی کا حکم کیجئے اور علیم اللہ ابدال کی معرفت عریضہ فرمان
بابا صاحب کا چاک شدہ خدمت میں بابا صاحب کی روانہ کر دیا بابا صاحب نے
اہل کلیر کی ان بیجا حرکتوں کو دیکھ کر حضرت مخدوم صاحب کو حکم دیدیا کہ بمنشاء رب
ذوالمنن کلیر کا تم کو صاحب ولایت مقرر کیا گیا اور کلیر کو مثل اپنی بکری کے تصور
کرو اختیار ہے کہ چاہے اس کا گوشت کھاؤ یا دودھ پیو حضرت علیم اللہ ابدال نے
حضرت بابا صاحب کا پروانہ مخدوم صاحب کے حوالہ کیا آپ حسب مرضی تحریر
پاکر نہایت خوش ہوئے اور دوسرے جمعہ کو بتاریخ دس ماہ محرم الحرام ۶۵۳ھ
دوبارہ مسجد جامع میں تشریف فرما ہوئے وہی سابقہ صورت پیش آئی کہ لوگوں نے
اُٹھاتے اُٹھاتے مسجد کے باہر کر دیا اور نمازی لوگ جمعہ کے قبل کی سُنتیں جب
پڑھکر فارغ ہوئے اور امام صاحب نے جمعہ کا خطبہ شروع کیا تو حضرت مخدوم
صاحب نے جامع مسجد کو خشم آلود نگاہوں سے دیکھ کر تحکمانہ لہجہ میں فرمایا
کہ سب لوگوں نے نماز پڑھی لیکن تو نے ابھی تک سر کو نہیں جھکایا بس آپ
کا یہ کہنا تھا کہ جامع مسجد اپنی بنیاد سے اُکھڑ کر خود بخود گر پڑی سیکڑوں متکبر
وسرکش دیگر اپنے کردار کی سزا کو پہونچے اور سیکڑوں زخمی ہوئے اُس وقت
فراوانیٔ جوش غضب میں حضرت مخدوم صابرؒ کی زبان مبارک سے یا مَن

ہو لَیْسَ لَہٗ اِلَّا حَقُّ حَقُّ عَلَے الاِتِّصَالِ جاری تھا تمام شہر میں ہل چل پڑ گئی
ہر شخص اپنے عزیز و اقارب کو تلاش کرتا پھر رہا تھا کہ ناگاہ مسماۃ گلزاروی
خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ حضور غلام بہاؤ الدین بھی تو اسی
نمازیوں میں شامل تھا آپ نے علیم اللہ ابدال سے فرمایا کہ سیڑھیوں کے نیچے
سے بہاؤ الدین کو نکال لاؤ چنانچہ ابدال موصوف نے فوراً تعمیل ارشاد عالی
کی اور مسماۃ گلزاروی کے لڑکے کو سیڑھیوں کے نیچے سے نکال لیا اس کے
بعد اسی سال ایسی وبائے عظیم شہر میں پھیلی کہ یہ نوبت ہوگئی کہ نفسی نفسی
کا عالم ہوگیا بے انتہا مُردے بے گور و کفن گلی کوچوں میں پڑے پڑے سڑ گئے
قریب قریب تمام اہالیان نذر اجل ہوگئے اور باقیماندہ اس مصیبت سے
جان بچا کر جدھر منہ اٹھا بھاگ گئے اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ طاعون
پھیلا تھا بہرحال دونوں قسم کی بیماریوں میں سے کوئی بھی واقع ہوئی کلیر
کی وہ رشک چمن آبادی ایک ویران صحرا بن گئی جس کو شاہان دہلی نے ہرچند
چاہا کہ از سر نو دوبارہ رونق دیں لیکن جلال صابری نے اتنا موقع ہی نہ دیا
آپ کی زبان کیا بالکل ایک شمشیر براں تھی جیسا کچھ بھی زبان مبارک سے نکل
جاتا ضرور وہ ہو کر رہتا حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ محی الدین ابو محمد
عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہر صاحب ولایت اپنی حدود ولایت
کا حاکم و رئیس ہوتا ہے جس جگہ کہ وہ مامور ہے اور اولیاء اللہ کے ذکر خیر کے
وقت نزول رحمتِ الٰہیہ ہوتا ہے جو ان کا دشمن ہے بے ادب ہے سزاوار دوزخ
ہے اور جو متبع ہے حق شناس ہے اسکو بشارتِ بہشت ہے اور حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا
کہ یہ شہر مدت تک آباد نہ ہوسکیگا سیر الاقطاب میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ بعد بربادی
شہر کلیر و انہدام جامع مسجد بارہ سال تک گولر کے درخت کی شاخ پکڑے کھڑے رہے
جب بابا صاحب کو اس واقعہ کی خبر پہونچی کہ آپ بارہ سال سے گولر کے درخت کی شاخ
پکڑے کھڑے ہوئے ہیں تو آپنے اپنے عقیدتمندوں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو حضرت مخدوم صابرؒ کو

ان کی جگہ سے ہٹا دے جس کے معاوضے میں حسب خواہش انعام ملے گا یہ سُنکر حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہٗ نے عرض کیا کہ یہ خادم ذات باری سے اُمید رکھتا ہے کہ تعمیل ارشاد کر سکے بابا صاحب نے اجازت روانگی مرحمت فرمائی بعد طے مسافت جب حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہٗ کلیر شریف پہونچے تو دیکھا کہ حضرت مخدوم صابرؒ گولر کے درخت کی شاخ پکڑے کھڑے ہیں آپ نے خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کے بعد پس پشت حضرت مخدومؒ صاحب بیٹھ کر گانا شروع کر دیا آپ نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور آپ بیٹھ گئے اور آپ نے اُس کے بعد پھر تقاضا کیا کہ اور گاؤ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ خدمت عالی میں حاضر رہا کروں فرمایا رہا کرو لیکن خیال رکھو ہمارے روبرو کبھی نہ آنا پشت کی جانب سے آیا کرنا عرض کیا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اور جب تمام شہر برباد و ویران ہو گیا تو حضرت مخدوم صاحب بفراغت تمام عباد و ریاضت میں مشغول ہوئے وحوش و طیور آپ کے آس پاس گھرے رہتے اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ نے دربار کی جاروب کشی ایک شیر ببر کے سپرد کی تھی تحقیق شدہ امر ہے کہ وہ شیر روزانہ حاضر ہو کر اپنی دُم سے زمین صاف کیا کرتا تھا جس قدر جلالی کرامتیں حضرت مخدوم صابرؒ سے ظہور پذیر ہوئیں خاندان چشت میں کسی دوسرے بزرگ سے ظہور میں نہیں آئیں اگر تفصیلاً تحریر کی جائیں تو ایک دفتر کی ضرورت ہے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت امیر خسروؒ نے بکمال اشتیاق سلطان الاولیا حضرت نظام الدین دہلویؒ خدمت بابرکت حضرت مخدوم صابرؒ میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی حضرت نظام نے بخوشی اجازت دی چنانچہ یہ حضور پُرنور حضرت مخدوم صابرؒ میں حاضر ہوئے حضرت مخدوم صابرؒ نے حضرت امیر خسروؒ کے آنے پر نہایت خوشنودی مزاج کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ خسرو تمہارے شیخ کے کتنے مرید ہیں حضرت امیر خسروؒ

نے جواب میں فرمایا کہ بتعداد آسمان کے ستاروں کے یعنی حد سے زیادہ، یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ دو دو ہفتہ کے بعد گولر کے پھلوں یا پتوں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے جب ضرورت ہوتی وہی گولر اُبال لئے اور کھا لئے حضرت امیر خسروؒ چند یوم خدمت عالی میں حاضر رہے اس دوران میں خورو نوش کا انتظام یہی دعوت شیراز رہی حضرت امیر خسروؒ کے لئے صرف اتنا امتیاز فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس الدین سے فرمادیا کہ جب تک حضرت امیر خسرو یہاں ہیں گولروں میں اُبال کر نمک بھی قدرے ڈال دیا کرو ورنہ شکایت کا موقع ہوگا کہ مہمان کی کچھ تواضع نہیں کی بعد چند یوم کے حضرت امیر خسروؒ نے رخصت چاہی حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ خسرو یہاں کا تحفہ یہی گولر ہیں تھوڑے سے دیکر فرمایا کہ یہ لیتے جاؤ اور اپنے شیخ کو ہمارا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ یہ گوار تحفہ دئے ہیں چنانچہ حضرت امیر خسروؒ کلیر شریف سے دہلی میں اپنے شیخ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے جب قریب خانقاہ پہونچے تو سلطان الاولیاء حضرت نظام الدینؒ نے باہر سے خانقاہ کے استقبال کیا اور انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر خانقاہ کے لائے اور نہایت جوش محبت سے آپ کے ہاتھ اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ تم نے انھیں ہاتھوں سے حضرت مخدومؒ سے مصافحہ کیا اور انھیں آنکھوں سے دیکھا ہے بعد میں حالات دریافت فرمائے حضرت امیر خسروؒ نے کہا کہ آپ کو یہ گولر تحفے میں دئے ہیں اور آنجناب کو سلام کہا ہے اور مجھے دعائے خیر دی آپ نے وہ گولر تبرکاً جملہ حاضرین مجلس پر تقسیم کر دئے ایک روز کا ذکر ہے کہ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ سے بلا کر فرمایا کہ تم کو یہاں سے ملک دکن جانا ہوگا کیونکہ سلطان علاؤالدین دہلویؒ ایک عرصہ دراز سے قلعہ دکن کے فتح کرنے کی جان توڑ کوشش کر رہا ہے لیکن بے سود کیونکہ وہ قلعہ بمشیت ایزدی تمہاری دعا سے فتح ہوگا اس لئے تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔ خواجہ شمس الدین نے عرض کیا کہ بعد میں شرف قدمبوسی حاصل

کرنے کی کب اجازت ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد ہمارا انتقال ہوجائے گا لیکن تم سے ملاقات انشاء اللہ ضرور ہوگی۔ خواجہ شمس الدین نے عرض کیا کہ خادم کو کس طرح معلوم ہوگا فرمایا کہ جس روز یہ کرامت تم سے ظاہر ہوگی جان لینا کہ ہمارے انتقال کی وہی تاریخ ہے، چنانچہ حضرت خواجہ شمس الدینؒ بحکم حضرت مخدوم صابرؒ دکن کو روانہ ہوئے تمام راستہ میں اسم اعظم شریف کا ورد رکھا بارے مقام مقصود پر پہونچکر بکوشش تمام فوج شاہی میں ملازم ہوگئے چونکہ شاہی کیمپ کے خیمہ جات کی رسیاں بوجہ بارش کے گل گئی تھیں بادشاہ نے حکم صادر فرمادیا کہ سوت مہیا کر کے رسیاں بنا کر خیمہ جات درست کرلو، چنانچہ بفرمان شاہی کچھ ملازمان شاہی سوت کی تلاش میں گئے ہوئے تھے ایک سپاہی ایک گائوں میں پہونچا اور کہا کہ اس قدر سوت جس طرح سے ممکن ہو مجتمع کرو اہل قریہ نہایت متردد ہوئے کہ اس قدر ہم کہاں سے مہیا کرسکتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کہ اسی گائوں میں ایک بزرگ صاحب ولایت تھے انھوں نے سب لوگوں کو تسکین دی اور فرمایا کہ تم لوگ پریشان نہ ہو میں سوت کا انتظام کئے دیتا ہوں اور اپنے مکان پر جاکر ایک چھوٹے گھڑے میں ایک سوت کی نلی ڈالی اور کپڑے سے اس کا منہ ڈھکا اور کپڑے میں چھید کرکے ایک سرا سوت کا چھید میں سے باہر نکال کر اپنے ملازم کے سر پر وہ گھڑا رکھوا کر باہر لیکر آئے اور شاہی ملازم سے فرمایا کہ بھائی ان بیچاروں کے پاس اتنا سوت کہاں سے آیا لو یہ گھڑا لے جاؤ اور یہ سوت کا سرا کہ جو باہر نکلا ہوا ہے اسی کو کھینچ کھینچ کر جتنا چاہیے ہو سوت نکال لینا اور کپڑے کو بجنسہ گھڑے کے منہ پر بندھا رکھنا انشاء اللہ اس کے اندر کا سوت ہرگز کم نہ ہوگا چنانچہ اس گھڑے کو شاہی فوج میں لیجا کر ایسا ہی کیا واقعی تمام فوج کے ڈیروں خیموں کی جملہ رسیاں بنکر درست ہوگئیں شدہ شدہ یہ خبر سلطان علاؤالدین کو ہوئی یا پیادہ ان بزرگ صاحب

کرامت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد قدمبوسی اپنی تمنا عرض کی کہ میرے واسطے
دعا فرمائیے کہ پروردگار عالم مجھ کو اس جنگ میں نصرت عطا فرمائے بزرگ نے
فرمایا کہ یہ خدمت میرے ذمے نہیں ہے اس کام کے انجام دینے والے تو
تمہاری فوج میں ہی موجود ہیں اُن سے استدعا کرو اور اللہ کے کرم پر بھروسہ
رکھو سلطان نے کہا کہ میں اُن سے واقف نہیں آپ انکشاف فرمائیے بزرگ
نے فرمایا کہ ایک روز شب کو بارش و آندھی کا طوفان ہوگا تمام خیمے ڈیرے
گر جائیں گے لیکن اُن کا خیمہ نہ گرے گا۔ اور باوجود اس ہوائے تند کے چراغ
اس خیمے میں برابر جلتا رہے گا اُس وقت تم جا کر اُن سے مؤدب عرض کرنا اگر
وہ دعا فرمائیں گے تو انشاء اللہ ضرور تم فتح یاب ہوگے بادشاہ واپس آ کر اُس
وقت کے منتظر رہے ایک شب کو بارش اور آندھی کا طوفان آیا بادشاہ چاروں
طرف تلاش کرتا پھر رہا تھا کہ یکایک دیکھا ایک خیمے میں ایک چراغ جل رہا ہے
ان بزرگ کی پیشین گوئی کو مطابق پا کر ڈیرہ میں جا کر دیکھا تو خواجہ شمس الدینؒ
تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہیں مؤدب کھڑا رہا جب حضرت خواجہ شمس الدینؒ
نے دیکھا تو بہزاراں ادب و نیاز ملتجی ہوا کہ میرے فتح کے واسطے اللہ سے دعا
فرمائیے آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ انشاء اللہ کل تم کو ضرور فتح ہوگی چنانچہ
لشکر سلطانی نے دوسرے ہی روز قلعہ دکن پر فتح حاصل کی حضرت شمس الدینؒ
کو فوراً بیکلی سی پیدا ہونے لگی کیونکہ حضرت مخدوم صاحب نے اپنی انتقال
کی تاریخ اور فتح قلعہ دکن کی ایک ارشاد فرمائی تھی فوراً آپ نے ملازمت
ترک کی اور اپنا قرآن مجید بدست اسلم جو کہ فوج سلطانی میں بعہدہ بخشی
فائز تھے ہدیہ کیا اور دو گز سفید کپڑا اور پندرہ گز سبز رنگ کا کپڑا از قسم اونی
خرید فرمایا اور اُس مقام سے چل دئے تھوڑی ہی دور پہونچے تھے کہ ایک
ٹھوکر لگتے ہی زمین پر گر پڑے گھبرا کر جو اُٹھے تو کلیر شریف میں موجود تھے
جب قیامگاہ حضرت مخدوم صاحب پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک مجلی ہے جو کہ

تلوار کی صورت میں بسرعت ہر طرف لاش مبارک کے گردش میں ہے جیسے ہی آپ تلوار سے قریب ہوئے تلوار نے اپنا حملہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے آستین کو آگے کو بڑھا دیا تلوار آستین کو تراشتی ہوئی غائب ہوگئی کہا جاتا ہے کہ خواجہ شمس الدینؒ کی اولاد میں اب تک یہ بات پائی جاتی ہے کہ ایک آستین قدرتی خود بخود چھوٹی ہوجاتی ہے واللہ اعلم بالصواب حضرت خواجہ شمس الدینؒ جیسے قریب لاش مبارک تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شیر برائے محافظت لاش مبارک حاضر ہے وہ آپ کو دیکھتے ہی جنگل کی جانب کو چلا گیا آپ نے غسل تو دیدیا اور جنازہ تیار کر کے جا نماز بھی بچھادی لیکن اس افسوس میں کہ دوسرا شخص کوئی ہو تو نماز باجماعت ادا کرتا اور گاہے اس رنجیدگی میں زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل جاتے کہ یا الٰہا ایسے بزرگ قطب زماں و مخدوم عالمیاں کی نماز جنازہ کیا تنہا ہی پڑھوں خواجہ صاحب نے پروردگار عالم کی جناب میں ابھی عرض کیا تھا کہ ایک اسپ سوار صابری لباس سے ملبوس نقاب افگن مغرب کی سمت سے تشریف لاتے ہوئے نظر آئے چنانچہ وہ اسپ سوار جب قریب آئے آپ کا رفع تردد ہوا سوار موصوف آتے ہی جا نماز پر رونق افروز ہوئے اور بحسن وخوبی نماز جنازہ پڑھائی بعد سلام کے جو دیکھا تو ہزارہا مقتدی شامل نماز ہیں سب نے تدفین میں شرکت کی بعد اس کے جب وہ سوار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے لگے تو خواجہ شمس الدین نے اُن سے نام و پتہ اور مُنہ نقاب ڈلنے کا سبب مؤدب دریافت کیا کچھ جواب نہ دیا اور گھوڑا بڑھا دیا خواجہ صاحب نے فوراً گھوڑے کی باگ پکڑلی اور نقاب ہٹا کر جو دیکھا تو ذات مبارک خود حضرت مخدوم صابرؒ ہی تھے حضرت خواجہ شمس الدین علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ حضرت مخدوم صابرؒ صاحب سے راز فنا و بقا دریافت کیا تھا کہ فنا و بقا حقیقتاً کس کو کہتے ہیں حضرت مخدوم صاحب نے جواب میں فرمایا تھا کہ موقع پر ظاہر کیا جائے گا چنانچہ اس

وقت حضرت مخدوم صاحب سے خواجہ صاحب موصوف کی عالم اسباب میں آخری ملاقات تھی عرض کیا حضور اس مسئلہ فنا و بقا کی نسبت مجھے کچھ نہ معلوم ہو آپ نے قبر مبارک کی جانب انگلی اٹھا کر فرمایا وہ فنا ہے اور خود کی جانب اشارہ کر کے فرمایا یہ بقا ہے اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تم سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اللہ نے وہ وعدہ بھی میرا پورا کروا دیا یہ فرمایا اور گھوڑا بڑھا کر آپ نظر سے غائب ہو گئے۔

ذکر خواجہ ابوالحسن
حضرت امیر خسروؒ دہلوی عارف باللہ قدس سرہٗ

آپ ملک الشعرا افضل الفصحا سلوک شاعری میں یادگار زمانہ آپ کی غزلیات میں تصوف کا انداز نہایت دلربایانہ ہے سلطان الاولیا حضرت نظام الدین کے ایسے مریدین میں سے ہیں کہ آپ سے زائد عزاز و مرتبہ حضرت نظام الدین سلطان الاولیار کے روبرو کسی کا نہ تھا اکثر آپ فرماتے تھے کہ اے خسرو میں سب سے تنگ آگیا لیکن تم سے تنگ نہیں آیا نیز یہ کہ حضرت سلطان الاولیار کی بھی جو نظر عنایت خسروؒ پر تھی وہ کسی اور دوسرے پر نہ تھی، آپ کے واسطے رباعی فرمائی۔

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست — ملکیت ملک سخن آں خسروؒ راست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست — زیرا کہ خدائے ناصر خسروؒ ماست

ہر شب بعد نماز عشار آپ کو حضرت سلطان الاولیار کی خدمت میں شرف حضوری حاصل ہوتا اور مریدین کا حال عرض کرتے اور بعض کی سفارش فرماتے اور تعلیمات ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہوتے، حضرت سلطان الاولیار نے فرمایا کہ میں بلا خسروؒ کے بہشت نہ جاؤں گا اور ایک مرتبہ حضرت امیر خسروؒ نے حضرت

سلطان الاولیاءؒ سے عرض کیا کہ بروز قیامت میں چاہتا ہوں کہ فرشتے مجھ کو خسروؒ کہہ کر نہ پکاریں یہ لفظ متکبر ہے حضرت سلطان الاولیاءؒ نے فرمایا غم نہ کرو تم کو محمد کاسہ لیس کہیں گے مقام پیدائش حضرت امیر خسروؒ کا مومن آباد معروف بہ پٹیالی ہے جو کہ دریائے گنگا کے کنارہ پر واقع ہے آپ کے والد ماجد کا نام نامی امیر سیف الدین اور نانا کا نام عماد الملک ہے اور آپ کے بڑے بھائی کا نام وعظ الدین ہے جو کہ بڑے عالی مرتبت اولیاء اللہ تھے اور خداوند عالم نے اُن کو ایک سو تیرہ سال کی عمر عطا فرمائی تھی لکھا ہے کہ آپ کے مکان کے قریب میں ایک مجذوب تھے جس وقت آپ پیدا ہوئے آپ کے والد اُن مجذوب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے مجذوب نے دیکھتے ہی فرمادیا کہ یہ لڑکا سرتاج الشعراء و عارف باللہ یکتائے زمانہ ہوگا تا قیامت زبان زد خلایق ہوگا اور دعائے خیر فرمائی چنانچہ آپ کے والد ایام طفولیت میں ہی معہ آپ کے دہلی تشریف لائے اور آپ نے اپنے نانا سے تعلیم حاصل کی آپ نہایت خوبرو و قیقہ رس حاضر جواب روشن طبع خوش الحان نکتہ سنج تھے سات سال کی عمر میں آپ نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ حاضر ہو کر حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء سے بیعت حاصل کی ہنوز آپ کا سن مبارک نو ہی سال تھا کہ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین نے بعمر اسی سال دار فانی سے رحلت فرمائی قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ قلیل عرصے میں ہی آپ بتوجہ خاص مرشد علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو گئے سلطان تغلق کے یہاں ملازمت حاصل کی آپ ہمیشہ روزہ دار رہتے ہر شب سات پارے نماز ہی میں تلاوت کیا کرتے آتش عشق الٰہی سے سینہ بے کینہ ایسا مشتعل تھا کہ لباس مبارک حضرت کا ہمیشہ قلب پر سے جلا ہوا رہتا بلکہ جس وقت آپ کوئی نیا لباس زیب تن فرماتے مقام قلب سے جل جاتا اور اس سے بھی زیادہ آپ کی صوفی منش زندگانی کا ایک واقعہ پُر اسرار حسن دہلوی کے تعلقات قلبی میں مروی ہے کہ حسن صاحب جمال کشیدہ قامت جوان

تھے اور نانبائی کا پیشہ کرتے تھے سرراہ دکان تھی، اتفاقاً ایک روز حضرت امیر خسروؒ کا اُس جانب گذر ہوا چونکہ امیر خسروؒ کا بھی اُس وقت زمانۂ شباب تھا آپ یہ حسن وجمال دیکھ کر ٹھہر گئے اور حسن سے دریافت فرمایا کہ روٹیاں کس حساب سے فروخت کرتے ہو حسن نے جواب میں عرض کیا کہ ایک جانب ترازو میں روٹیاں اور دوسری جانب سونا رکھتا ہوں، جب سونے کی جانب کا پلہ جھک جاتا ہے روٹیاں خریدار کو دیدیتا ہوں حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو تو حسن نے جواب دیا کہ سونے کے معاوضے میں درد اور نیاز لے لیتا ہوں اس انداز کلام نے حضرت امیر خسروؒ کو اور بھی بے قابو کردیا ہر چند کہ حسن نے عارف باللہ کے قلب پر ناوک لگایا تھا لیکن خود بھی تیر کھا گئے تھے حضرت امیر خسروؒ وہاں سے بادل بریاں اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا ہی تھا کہ خود حسن بھی دکان بند کر کے خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت امیر خسروؒ سے مل کر شرف قدمبوسی حاصل کی اور ہمیشہ خدمت عالی میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور تعلقات جانبین سے ایسے بڑھ گئے تھے کہ کوئی ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوتا امیر خسروؒ نے جب خان شہید کی ملازمت کی تو حسن نے بھی ملازمت کی جب کہ خان شہید کو تاتاریوں نے ہلاک کیا ہے تو اس موقعہ پر حضرت امیر خسروؒ بھی ساتھ تھے جب آپ کے تعلقات کے چرچے زیادہ مشہور ہوئے تو لوگوں نے بطور شکایت کے خان شہید کو مطلع کیا۔ یہ غزل جس کا مطلع یہ ہے کہ ؎

زین دل خود کام کار من برسوائی کشید   خسروا فرمان دل بردن ہمین بار آورد

اُسی جوش وشوق کے وقت آپ نے لکھی تھی چنانچہ شہر میں اس کا شہرہ ہوا خان شہید نے بخیال بدنامی حسن کو آپ سے ملنے کی ممانعت کردی لیکن حسن نے اُس کی مطلق پرواہ نہ کی نوبت بایں جارسید کہ خان شہید نے ہاتھوں پر حسن کے کوڑے لگوائے لیکن حسن اُسی وقت سیدھے امیر خسروؒ کے پاس پہونچے

خان شہید کو نہایت تعجب ہوا حضرت امیر خسروؒ کو بلوایا اور دریافت کیا فرمایئے کیا حال ہے، حضرت امیر خسروؒ نے آستین سے ہاتھ نکال کر دکھلایا اور برجستہ فرمایا ع

گواہِ عاشقِ صادق در آستین باشد

اُس نے دیکھا کہ جس جس جگہ حسن کے ہاتھ میں کوڑے لگے ہیں اُسی اُسی مقام پر آپ کے ہاتھ میں بھی نشانات موجود ہیں، لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے اپنے دربار کے امراء و رؤسا سے مشورہ کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ کی خدمت میں جو کہ اپنے وقت کے نہایت عالی قدر و مرتبت بزرگ اولیاء اللہ اور ماہر اسرار خاندان چشت اہل بہشت ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیا کے ہمعصر ہیں کچھ نذر ارسال کروں، کس کو روانہ کیا جاوے چونکہ آپ ایسے زبردست مست الست تھے کہ بڑے بڑے اہل کمال لوگوں کی ہمت آپ کے روبرو جانے کی نہ پڑتی تھی بعد مزید بحث و مباحثہ سب نے یہ رائے دی کہ اس کام کے واسطے حضرت امیر خسروؒ سے زائد مناسب اور اہل فی الحال کوئی نہیں ہے چنانچہ بادشاہ نے بمعرفت ایک امیر حضرت امیر خسروؒ کو اپنے ارادے سے مطلع فرمایا آپ نے جاکر اپنے مرشد برحق سے اجازت چاہی پہلے سلطان المشائخ نے کچھ توقف فرمایا بعد میں فرمایا کہ خیر جاؤ لیکن خیال رکھنا کہ وہ بڑے زبردست عاشق اللہ اور قلندر ہیں جیسا وہ ارشاد کریں سب صحیح سمجھنا اور جو حکم دیں اُس پر عملدرآمد کرنا چنانچہ آپ نذر سلطانی لیکر دہلی سے پانی پت، کرنال کو روانہ ہوئے اور تیسرے روز بعد طے مسافت پانی پت پہونچے اور در دولت پر حاضر ہو کر اپنے آنے کی اطلاع کرا کر شرف باریابی کے ملتجی ہوئے حکم ہوا آیندو۔ جب امیر خسروؒ نزدیک پہونچے سلام عرض کیا، قلندر صاحب نے بجائے وعلیکم السلام کے کوئی ہندی لفظ فرمایا جس کے معنی قوال کے ہیں امیر خسروؒ نے دوبارہ سلام عرض کیا اور عرض کیا کہ یہ سب

حضور کی نوازش وکرم ہے جو میری طرف ایسا خطاب ہوا ورنہ میں بندہ ناچیز ہوں۔ قلندر صاحب نے فرمایا از ہیری ہائے خود چیزے بگو، یعنی اپنی تصنیف میں سے کچھ پڑھو آپ نے یہ غزل نہایت خوش الحانی کے ساتھ جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے سُنائی ؎

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست

چند گویندم بروز نار بند اے بت پرست
بر تن خسرو کدامی رگ کہ آن زنار نیست

سنکر فرمایا خوش رہو خوب کہتے ہو اور اُسکے بعد قلندر صاحب نے یہ غزل خود پڑھی ؎

دیہیم خسرواں برہ محل اشتراست
خسرو کسے کہ حلقہ تجرید بر سراست

عقل کل است علم لدنی عارفاں
ایں عقل وعلم وحسے در سمے محقر است

جس وقت یہ اشعار میر خسروؒ نے سُنے آپ کو رقت طاری ہوئی قلندر صاحب نے ایک جملہ ہندی کا فرمایا جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سمجھے بھی یا ویسے ہی روتے ہو جواب میں امیر خسروؒ نے عرض کیا کہ رقت کا اثر مجھ پر اتنا طاری ہوا کہ میں سمجھا نہیں اس جواب سے قلندر صاحب بیحد خوش ہوئے اور نذر سلطانی جو آپ لیکر آئے تھے قبول فرمائی اور اپنا اظہار خیال دربارۂ نذر یوں فرمایا کہ مجبوری ہے اگر سلطان المشائخ یعنی حضرت نظام الدین اولیاء اس درمیان میں حائل نہ ہوتے تو میں نذر نہ قبول کرتا اس کے بعد خدام کو حکم دیا کہ امیر خسروؒ کو بعزت تمام خانقاہ شریف میں ٹھہراؤ بعد تین یوم کے حضرت امیر خسروؒ نے واپسی کی اجازت چاہی آپ نے ایک خط بنام سلطان علاؤ الدین خلجی اور ایک خط بنام حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیا تحریر فرمایا خط اول کا مضمون یہ تھا کہ

علاؤ الدین فوطۂ دہلی واند کہ با بندگان خدا نیکو کند سلطان علاؤ الدین کے حاضرین دربار امراء وزراء نے سلطان سے کہا کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ ہوتا ہے اس کے واسطے تحریر خلاف شان ترک ادب سے ہے سلطان نے فرمایا کہ میں ایک ذرۂ بیمقدار ہوں غنیمت ہے جو فوطۂ دہلی لکھا ورنہ پیشتر تو شحنۂ دہلی سے مخاطب کیا تھا ایک مرتبہ حضرت امیر خسروؒ سے سلطان جلال الدین خلجی نے اپنا ارادہ شوق قدمبوسی حضرت سلطان المشائخ ظاہر کیا اور فرمایا کہ خانقاہ عالیہ پر چند مرتبہ حاضر ہو کر شرف باریابی کی کوشش کی لیکن اجازت نہیں مرحمت فرمائی اس مرتبہ ارادہ ہے کہ بلا اجازت ہی فخر قدمبوسی حاصل کروں گا لیکن آپ میرا ارادہ کسی پر ظاہر نہ کریں آپ کو سخت تردد ہوا کہ شاہی حکم عدولی میں جان کا خوف ہے اور اگر بیان نہ کروں تو حضرت کی ناراضگی مزاج وہاج کا خوف دامنگیر ہے ایسی صورت میں کیا کیا جاوے لیکن آپ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء سے من وعن واقعہ بیان کردیا آپ فوراً پاک پٹن شریف اپنے پیر روشن ضمیر حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے گئے جب سلطان کو علم ہوا تو حضرت امیر خسروؒ کو بلا کر فرمایا کہ سوائے آپ کے اور کسی نے میرا راز ظاہر نہیں کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ جہاں پناہ آپ کی ناراضی میں تو صرف جان کا ہی خوف تھا لیکن اپنے ہادی برحق کی ناراضگی کو میں نے باعث تزلزل ایمان خیال کیا پس میں نے اپنے جان کی ایمان کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ خیال کی اسی لئے میں نے اس راز کو ظاہر کردیا سلطان اس برجستہ جواب سے نہایت خوش ہوا اور خاموش ہو گیا ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاؒ نے حضرت امیر خسروؒ کو بلوا کر فرمایا کہ میں نے شب جمعہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ صدرالدین بن حضرت شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ خواب میں تشریف لائے ہیں میں نے نہایت تعظیم و تکریم کی ہے اور انھوں نے بھی اس قدر تواضع میرے حال پر فرمائی ہے کہ بیان سے باہر ہے اسی عرصے میں ایسا معلوم ہوا کہ

تو یعنی خسرو علیہ الرحمۃ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ دور سے نمودار ہوا اور میرے پاس آیا ہے اور حقائق و معرفت کے بیانات شروع کر دیئے ہیں بس اسی وقت مؤذن کی آواز کان میں آئی فوراً میں بیدار ہو گیا دیکھا کہ تیرا مرتبہ بلند و ارفع ہے حضرت امیر خسرو رحمۃ نے بہ انکسار عرض کیا کہ جملہ مراتب داعزاز انہیں قدموں کی بدولت تو غلام کو حاصل ہوئے ہیں بعد اس کے حضرت سلطان المشائخ اُس وقت بیحد زار زار روئے اور حضرت امیر خسروؒ بھی ساتھ میں بہت روئے اس کے بعد کلاہ خاص طلب فرما کر اپنے دست حق پرست سے حضرت امیر خسروؒ کے سر پر رکھدی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیار کی خدمت اقدس میں ایک سائل حاضر ہوا اور اپنی حاجت عرض کی آپنے فرمایا کہ آج جو کچھ فتوحات حاصل ہونگی تم کو دیدوں گا اتفاقاً اُس روز کچھ فتوح نہ ہوا فرمایا کل جو کچھ فتوح ہوگا تجکو دیدوں گا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا کہ کچھ فتوح نہ ہوا آپ نے اپنی نعلین اُس فقیر کو دیدی اور رخصت کر دیا وہ بیچارہ چلا جارہا تھا کہ راستے میں بادشاہ کے ساتھ حضرت امیر خسروؒ کسی مقام سے واپسی میں تشریف لارہے تھے' درویش صاحب کو روک کر فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو فقیر نے عرض کیا دہلی سے آرہا ہوں آپ نے فرمایا کہ میرے حضور حضرت نظام الدین سلطان الاولیار کی بھی تم کو کچھ خبر ہے درویش نے کہا بخیریت ہیں حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا کہ مجھے تم سے بوئے دوست آتی ہے کیا تمہارے پاس کوئی سرکار کا عطیہ ہے اُس نے کہا کہ البتہ صرف ایک نعلین حضور کی میرے پاس ہے حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا کہ اس کفش کو فروخت کرنا چاہتے ہو اُس نے کہا کہ پانچ لاکھ روپیہ میں فروخت کردوں گا آپ کو ایک قصیدے کے معاوضے میں سلطان دہلی سے پانچ لاکھ روپیہ ملا تھا فوراً قیمت ادا کر کے نعلین حاصل کرلی جب اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوا سلطان الاولیارؒ نے فرمایا خسرو کفش تم نے بہت ارزاں خرید کی آپ نے عرض کیا کہ درویش نے صرف اتنی ہی قیمت طلب کی ورنہ میں تو اس

کی قیمت میں اپنا کل مال تو کیا شاید جان سے بھی دریغ نہ کرتا سبحان اللہ کیسے خوش عقیدہ اور فنافی الشیخ لوگ تھے کہ ایک کفش کے معاوضے میں جان تک کی بھی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے اب خیال کریجئے کہ ایسی حالت میں پیر کی کس درجہ نظر عنایت اُن پر ہوگئی حضرت سلطان الاولیارؒ نے فرمایا کہ اگر حکم شرع مانع نہ ہوتا تو میں اپنے بعد وصیت کردیتا کہ مجھے اور خسروؒ کو ایک قبر میں دفن کیا جائے ایک مرتبہ حضرت برہان الدینؒ بیر بنکر اور ایک خرقہ پہنکر کمل پر بیٹھے تھے اور مخلوق کا ایک مجمع کثیر ہو رہا تھا اور مولانا برہان الدین نے شیخی کا بازار خوب گرم کر رکھا تھا حضرت سلطان الاولیا یہ دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور خانقاہ میں بلوا کر کہا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیے آپ اس جگہ کے لائق نہیں ہیں، مولانا غمگین و پریشان مجبوراً مکان کو اپنے چلے آئے چندے صبر کیا لیکن جب سلطان الاولیا کی جو کہ مولانا کے پیرومرشد تھے تاب مفارقت نہ لاسکے تو اکثر احباب کے ذریعہ سے اپنے قصور کی معافی حاصل کرنا چاہی لیکن بےسود کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حاضر ہوکر حرف مطلب زبان پر لاسکے اخیر حضرت امیر خسروؒ سے کہا کہ للہ آپ میری سفارش کرکے میرا قصور معاف کرادیجئے آپ چونکہ رحم دل بھی تھے ترس آگیا فرمایا کہ اچھا اور دستار مبارک اپنی اپنے سر سے اُتار کر مولانا کی گردن میں ڈالی اور کشاں کشاں سلطان الاولیاؒ کے حضور میں حاضر ہوئے سلطان الاولیاؒ اس وقت کلاہ مبارک فرق مقدس پر عجب انداز سے رکھے ہوئے وضو کر رہے تھے کہ حضرت امیر خسروؒ سے دیکھ کر صبر نہ ہوسکا اور یہ بیت برجستہ موزوں کرکے عرض کی

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　　من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

سلطان الاولیا نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ ترک اللہ کیا حالت ہے عرض کیا کہ عقیدت کیش مولانا برہان الدین کی معافی کی التجا میں سفارشی ہے حضرت نے فوراً مولانا کا قصور معاف کردیا اور دونوں حضرات سے باخلاص بغلگیر ہوئے حضرت سلطان الاولیا کی خلوت میں بھی بعد نماز عشاء کے جب آپ کے دست مبارک میں حضرت امیر خسرو تسبیح دیدیتے تھے پھر کوئی نہ جاسکتا تھا آپ کو اپنے پیر روشن ضمیر

سے بے انتہا محبت تھی اور اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ خسرو میرے بعد زیادہ نہ جئے گا۔
حضرت امیر خسروؒ کی تصنیف کردہ تعدادی ۹۹ کتب ہیں اور قریب قریب ۵ لاکھ کے اشعار ہیں اور علاوہ اس کے زبان ہندی میں آپ کا بہت کلام ہے تعجب ہوتا ہے کہ اتنی تصانیف باوجود اسکے کہ آپ شاہی ملازم بھی تھے اور خدمت پیرو مرشد میں سب سے زیادہ حصّہ آپ نے لیا ہے اور اتنی تصانیف اور اتنے اشعار طرز کلام وہ دلربا اور وہ معنی خیز مضمون اور لفظی بندش اتنی موزوں کہ باید و شاید اور ایسی ہر دلعزیز کہ آپ کو ملک الشعرا کہنا مبالغہ نہ ہوگا اسی وجہ سے تو ماننا پڑتا ہے کہ آپ عارف باللہ تھے اور فنا فی الشیخ کا درجہ آپکو حاصل تھا چنانچہ واقعہ انتقال آپ کا دیکھئے کہ جب حضرت امیر خسروؒ بمقام لکھنوتی سلطان غیاث الدین تغلق کے ساتھ ۷۲۴ھ میں تشریف لے گئے ہنوز آپ لکھنوتی میں تھے کہ حضرت سلطان الاولیا نے بلا اختلاف تاریخ ۱۷ یا ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ انتقال فرمایا قالو انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کو جب اس واقعہ جانگزا کی خبر ہوئی نہایت بے چین و مضطرب ہو کر نالاں و گریاں بادل بریاں دہلی آئے اور تمام سر کے بال ترشوا کر اور منہ سیاہ کر کے حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیا کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور جب دروازہ خانقاہ شریف پر پہونچے یہ شعر پڑھا ؎

این مکا نیست کہ منزل گہ جاناں بود ست   راہ آمد شد ایں سرو خراماں بود ست

اس کے بعد آپ پر ایک رقت طاری ہوئی اور اسی حالت میں فرمایا کہ کیا اللہ کی شان ہے کہ آفتاب زیر زمیں پوشیدہ ہوگیا اور میں تا ہنوز زندہ ہوں اس کے بعد جو جذبہ آپ پر طاری ہوا بے تحاشا سر کو مزار مبارک پر دے پٹکا اور بزبان ہندی اپنا یہ دوہا پڑھا:۔

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس   چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چودیس

جب غفلت سے افاقہ ہوا فرمایا۔ کہ اے مسلماناں من کدام کس باشم کہ برائے ایں چنیں بادشاہے بگریم فاما برائے خود گریم کہ بعد از سلطان الاولیا مرا چندیں

بقائے نخواہد بود۔ بعد اس کے اپنا جملہ اسباب اور نقد و جنس فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیا اور ثواب اس کا اپنے پیرو مرشد کی روح مقدس کو ایصال کیا اور تمام دنیا کے تعلقات سے کنارہ کش ہو کر مزار اقدس پر معتکف ہو گئے لیکن تاب مفارقت نہ لا سکے اور بہ باعث زیادتی حزن و ملال مثل ماہی بے آب تڑپ تڑپ کر بروز بدھ بتاریخ ۸ ا شوال ۷۲۵ھ بعمر ۷۵ سال اس دار فانی سے طرف عالم جاودانی کے انتقال فرمایا قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے چاہا کہ وصیت کے مطابق آپ کو آپ کے پیر کے پہلو میں دفن کیا جاوے لیکن ایک خواجہ سرا نے کہ جو منصب وزارت پر تھا مزاحمت کی اور کہا کہ اگر برابر دفن کیا گیا تو حضرت کے مریدین کو حضرت اور امیر خسروؒ کی مزاروں میں شبہ ہوا کرے گا لوگوں نے مجبور ہو کر سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین کے بائیں جانب کے یاروں کے چبوترے پر مدفون کیا بعد اس کے آپ کی وفات کے ایک سو بہتر برس بعد ۸۹۷ھ میں آپ کے مزار کے گرد سنگ سرخ جالیدار کی تعمیر شہنشاہ بابر کے ایک عظیم الشان امیر نے کہ جس کا نام مہدی خواجہ تھا کرائی اور لوح مزار آپ کی نصب کرا کر اس پر کتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ کروایا دوبارہ ۱۱۵ سال کے بعد ۱۰۱۲ھ میں محمد عماد حسن بن سلطان علی ملقب بہ طاہر بیگ سبزواری نے جو کہ بادشاہ کے ہم جنس امراؤں میں سے تھے عہد جہانگیری میں مرمرین مقبرہ تعمیر کرایا اور گنبد کے اندر یہ اشعار اور عبارت

اے خسرو بے نظیر عالم — با روضہ تو مرا نیاز است
تعمیر نمود طاہر اں را — فیض ازلی ہمیشہ باز است
تاریخ بنایش عقل گفتا — با روضہ بگو کہ جائے راز ست

قائل ایں کلام ربانی ابن مقام طاہر محمد عماد الدین حسن بن سلطان علی سبزواری ۱۰۱۴ھ غفر ذنوبہ وستر عیوبہ لکھوائی جو ابتک موجود ہے۔

واللہ علم بالصواب۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

خواجگانِ چشت

موسوم بہ

رشکِ ہشت بہشت

مؤلفہ

مولوی محمد منیر صاحب منیرؔ لکھنوی

ناشر

سعید ایچ۔ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

جمادی الاول سنہ ۱۳۹۱ھ (مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی) قیمت: پانچ روپے